اصلاحی
بیانات
علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری
مکتبہ اعلیٰ حضرت
لاہور۔ کراچی (پاکستان)

حمدِ باری تعالیٰ

(علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری)

تیرا یکتا ہے دربار اللہ اللہ اللہ ھو
میرے مالک و مختار اللہ اللہ اللہ ھو

تو ہے مصور تو ہے مؤخر تو مومن وہاب
مُعِزّ بھی تو ہے مذل بھی تو ہے اَحَدُ صَمَدُ تواب
تو ہے رحمٰن تو غفار اللہ اللہ اللہ ھو

رافع نافع جامع واسع مانع عادل نور
محصی مُبْدِی محیی مغنی ہادی اور شکور
تو ہے ملک حَکَم قہار اللہ اللہ اللہ ھو

اوّل و آخر باطن و ظاہر ماجد اور مجید
خالق مالک خافِض قابض واحد اور حمید
باعث وارِث اور جبار اللہ اللہ اللہ ھو

علی علیم و قوی عظیم و والی اور وکیل
ولی رحیم و غنی حکیم و باقی اور جلیل
حق بھی بَرّ بھی اور ستار اللہ اللہ اللہ ھو

سمیع بصیر و بدیع خبیر و باسط اور شہید
رزّاق و رحمٰن و مُقْسِط واجِد اور رشید
تو ہے قادِر تو مختار اللہ اللہ اللہ ھو

آنکھوں میں آقا کے جلوے دل میں ہر دم یاد
یونہی عطا کے گزریں روز و شب سن لے فریاد
تجھ پہ کچھ بھی نہیں دُشوار اللہ اللہ اللہ ھو

ان کی رحمت کی عطّا کیا بات ھے

(علامہ محمد اکمل عطّا قادری عطاری)

ان کی رحمت کی عطّا کیا بات ہے
عام ہے جُود و سخا کیا بات ہے

درگزر کی عادت بے عیب کو
دیکھ کر سب نے کہا کیا بات ہے

خالی ہاتھوں سے عطا کی بارشیں
واہ محبوبِ خدا کیا بات ہے

دھوپِ غم خوشیوں کے سائے میں ڈھلی
چہرہ جس جانب کیا کیا بات ہے

وہ خدا واللہ نہیں واللہ نہیں
پر نہیں اس سے جدا کیا بات ہے

دشمنوں کو کیا جوابِ لاجواب
ظلم سہہ کر دی دعا کیا بات ہے

سائلِ در کو صدا سے پیشتر
جھولی بھر بھر کر دیا کیا بات ہے

روزِ محشر ان کی شوکت دیکھ کر
ہوگی ہر لب پر صدا کیا بات ہے

جس نے تھاما دامن پنجتن عطّا
اس کا بیڑا تر گیا کیا بات ہے

ان کی یادوں کے وسیلے سے عطّا
دل مدینہ بن گیا کیا بات ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

البیان کی اشاعت کے بعد قارئین کرام کا یہ مطالبہ زور پکڑ گیا تھا کہ بیانات پر مشتمل ایک کتاب بھی منظرِ عام پر آنی چاہئے تا کہ مبلغین کو اس معاملے میں بھی دِقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ مطالبہ فرمانے والے ان بھائیوں کے حکم کے پیشِ نظر مکتبہ اعلیٰ حضرت کی جانب سے 12 بیانات پر مشتمل ایک کتاب بنام **'اصلاحی بیانات'** حاضرِ خدمت ہے۔

فی الحال ان موضوعات کا انتخاب کیا گیا ہے کہ جو کثیر الاستعمال ہیں، اِن شاءَ اللہ عزوجل بہت جلد دیگر موضوعات پر بھی عام فہم اور مکمل ترتیب کے ساتھ بے شمار اصلاحی و تعمیری بیانات کو پیشِ خدمت کیا جائے گا۔

ہر بیان سے قبل اسے یاد رکھنے اور بالترتیب پیش کرنے کی غرض سے کچھ نکات لکھ دیئے گئے ہیں۔ بیان کو کئی مرتبہ پڑھنے کے بعد صرف ان نکات کا یاد رکھنا کافی ہے، اِن شاءَ اللہ ان کی مدد سے بیان کو مکمل طور پر ذہن میں حاضر رکھنا بے حد آسان ہو جائے گا۔ بیانات طویل محسوس ہوں تو وقت کے لحاظ سے ترمیم فرمالیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان بیانات کی برکات سے مکمل طور پر فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خادم مکتبہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ

محمد اجمل عطاری

۲۰ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ بمطابق ۹ ستمبر ۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دین کی خاطر قربانی کا جذبہ

۱......اسلام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر

۲......اس ترقی کا سببِ عظیم

۳......صحابہ رضی اللہ عنہم کی قربانیوں کی اقسام

۴......ان قربانیوں کی طرف مائل کرنے والے اسباب

۵......محاسبہ

۱......اسلام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر

آج اپنے اطراف میں ایک سرسری نگاہ دوڑایئے، ہر طرف مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر نظر آئے گا۔کوئی ملک' کوئی شہر' کوئی گاؤں' کوئی قصبہ' کوئی بستی ایسی نہ ملے گی جہاں اسلام کی روشنی نہ پہنچی ہو۔

۲......اس ترقی کا سبب عظیم

اس حقیقت کے اعتراف کیساتھ ہی یہ سوال بھی ذہن میں اپنا سر اُٹھاتا ہے کہ آخر مکّۃُ المکرّمہ اور مدینۃُ المنوّرہ سے اُٹھنے والی اسلام کی یہ دعوت اتنی دور دراز علاقوں تک کیسے پہنچ گئی؟اس کا واضح،آسان اور مُدَلَّل جواب ان کتب سے حاصل کیا جاسکتا ہے کہ جن میں ہمارے اسلاف کے کارنامے قیامت تک آنے والوں کے ضمیر کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر دین کی خاطر قربانی کا احساس وشعور بیدار فرما رہے ہیں۔

جن کا خلاصہ یہ ہے کہ موجودہ سب بہاریں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ کے بعد آنے والوں کی قربانیوں کا نتیجہ ہیں۔ اگر یہ نفوسِ قدسیہ مختلف انداز سے دین کی خاطر قربانیاں نہ دیتے تو یقیناً دین کی ترقی بھی نظر نہ آتی۔ بہت بہتر ہے کہ ہم اپنے ان اسلافِ کرام کی قربانیوں کے بارے میں تفصیلی طور پر جان کر اپنی ذات میں بھی اس کا شعور بیدار کرنے کی کوشش کریں۔

۳......صحابہ رضی اللہ عنہم کی قربانیوں کی اقسام

اگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ان قربانیوں کا مطالعہ کیا جائے تو انہیں واضح طور پر پانچ اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:۔

(۱) مالی قربانی (۲) جسمانی قربانی (۳) روحانی قربانی (٤) جانی قربانی (٥) خواہشات کی قربانی۔

☆ مالی قربانی

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کی خاطر مال خرچ کرنے میں کبھی بھی بخل سے کام نہیں لیا۔ جب بھی رحمتِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس معاملے میں خرچ کی ترغیب ارشاد فرمائی' ان پاکیزہ نفوس نے دل کھول کر دین کی امداد کی اوراس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بڑے بڑے انعامات کے مستحق بنتے چلے گئے۔ اس ضمن میں چند ایمان افروز واقعات پیش کرتا ہوں انہیں بغور سماعت فرمائیے۔

ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عمر فاروق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہمیں حکم ہوا کہ اپنا کچھ مال راہِ خدا میں صدقہ کریں۔ میں نے دل میں پختہ ارادہ کرلیا کہ میں آج ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے زیادہ مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں تصدق کروں گا۔

چنانچہ میں اپنا نصف مال لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اپنے اہل وعیال کیلئے کتنا مال چھوڑا؟ میں نے عرض کی کہ ان کیلئے نصف مال چھوڑ آیا ہوں۔ اتنے میں ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنا (کل) مال لیکر حاضر ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے اپنے اہل وعیال کیلئے کیا چھوڑا؟ انہوں نے عرض کی کہ ان کیلئے اللہ اوراس کا رسول کافی ہے۔ اس وقت میں نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ میں کسی بات میں ان سے سبقت نہیں لے جاسکتا۔ (تاریخ الخلفاء)

اس جذبے کیساتھ اپنا مال بارگاہِ خداوندی میں صدقہ کرنے پر آپ پر کتنی کرم نوازی ہوئی، اس کا اندازہ اس راویت سے لگایئے کہ

اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجا ہے

ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور وہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے اور وہ ایک ایسی قباء پہنچے ہوئے تھے جس کو انہوں نے اپنے سینہ پر کانٹوں سے لگایا ہوا تھا (یعنی بٹنوں یا تکموں کی بجائے اس میں کانٹے لگے ہوئے تھے) پس اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! آج ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی قباء کو سینے پر کانٹوں سے کیوں اٹکائے ہوئے ہیں؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا، انہوں نے اپنا تمام مال مجھ پر (اسلام کی ترقی کیلئے) خرچ کر دیا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی، یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! اللہ تعالیٰ نے ان پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ ان سے کہو کہ اے ابوبکر! کیا تم مجھ سے اپنے اس فقر میں راضی ہو یا ناخوش ہو؟

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں اپنے ربّ سے ناخوش کس طرح ہوسکتا ہوں؟ میں تو اس سے راضی ہوں، خوش ہوں، بہت خوش ہوں، بہت راضی ہوں۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ

حضرت عبدالرحمٰن بن قباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جَـیْـشِ عُسْرَہ کی تیاری کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ترغیب دے رہے تھے، میں بھی وہاں موجود تھا۔ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں سو اونٹ مع پالان اور سامان اپنے ذِمہ لیتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دوبارہ ترغیب دلائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں دوسو اونٹ مع ساز وسامان اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ترغیب دی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ذمہ تین سو اونٹ مع پالان اور سامان کے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اب کے بعد عثمان کے جرم وگناہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ (تاریخ الخلفاء)

امام ترمذی حضرت عبدالرحمٰن بن سَـمُـرَہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جیشِ عسرہ تیار فرمایا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار دِینار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دِیناروں کو الٹتے پلٹتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ آج کے بعد عثمان کا کوئی ضرر انہیں نقصان نہیں پہنچائیگا۔ (یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔) (ایضاً)

---

[1] جیش: لشکر اور عسرہ: تنگ دستی کو کہتے ہیں۔ جس زمانے میں یہ لشکر تیار ہوا وہ بہت تنگ دستی کا زمانہ تھا لہٰذا اسے جیش عسرہ کہا جاتا ہے۔

☆ جسمانی قربانی

اللہ عزَّ وجل کے ان محبوب بندوں نے راہِ دین میں مالی قربانی کے ساتھ ساتھ بے شمار جسمانی مشقتیں بھی برداشت کیں، ان تکلیفوں کو پڑھ کر ایک حساس دل رکھنے والے کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔ واقعی یہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت تھی کہ ان حضرات نے ان سخت آزمائشوں پر پورا اُترنے کی سعادت حاصل کی' ورنہ عام حالات میں ایسی اذیتیں برداشت کرنا انسانی بس کی بات نہیں۔ اس ضمن میں بھی چند واقعات بغور ساعت فرمائیے۔

☆ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہوش سنبھالا تو چاروں طرف کفر وشرک کی ضلالت کو محیط پایا۔ ان کا آقا' اُمیہ بن خلف بھی سخت مشرک تھا۔ اس کی غلامی میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بائیس برس گزارے۔ اسی اثناء میں ان کے کانوں میں دعوتِ توحید کی صدا پہنچی۔ یہ بعثت کا ابتدائی زمانہ تھا اور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑی رازداری کے ساتھ تبلیغِ حق کا آغاز فرمایا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیک نفس اور پاک باز تھے اور اعلانِ نبوت سے قبل بھی رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ سے بے حد متاثر تھے۔ چنانچہ دعوتِ اسلام ملتے ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلا تأمل لبیک کہا اور اپنا دل و جان آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان کر بیٹھے۔ آپ ان سات سعید الفطرت ہستیوں میں شامل ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

جب اُمیہ کے کانوں میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبولِ اسلام کی بھنک پڑی تو وہ آگ بگولہ ہوگیا۔ اس نے آپ کو بلوا کر پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے کوئی اور معبود ڈھونڈ لیا ہے؟ سچ سچ بتاؤ! تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے خدا (عزَّ وجل) کی۔ اس نے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے خدا کی پرستش کا مطلب ہے تُو لات وعزّیٰ کا دشمن بن گیا ہے، سیدھی طرح راہ راست پر آجا، ورنہ ذِلت کیساتھ مارا جائیگا۔ آپ نے جواب دیا کہ میرے جسم پر تیرا زور چل سکتا ہے لیکن دل پر نہیں، اب اللہ تعالیٰ کی عبادت و رضا ہی میری زندگی کا مقصود ہے چنانچہ تمہارے خودساختہ معبودوں کو دُرست سمجھنا اور پوجنا میرے بس کی بات نہیں۔

اُمیہ ایک غلام کے اس طرح کلام کرنے سے غصے میں پاگل ہوگیا۔ بولا اچھا تو پھر اس دیوانگی کا مزہ چکھ، دیکھوں گا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کا خدا (عزَّ وجل) تجھے کیسے چھڑاتے ہیں؟ اب اس ظالم نے آپ پر ظلم وستم کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کردیا۔ مکہ مکرمہ میں حرہ کی زمین گرمی کے سبب سے مشہور ہے، یہ گرمی میں تانبے کی طرح گرم ہوجاتی ہے۔ اُمیہ دوپہر کے وقت آپ کو اس جلتی ہوئی ریت پر لٹا کر بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھ دیتا تاکہ ہل بھی نہ سکیں پھر کہتا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی پیروی سے باز آجا اور لات وعزّیٰ کے معبودِ برحق ہونے کا اقرار کرلے ورنہ اسی طرح پڑا رہے گا۔ اس کے جواب میں شیدائے حق کی زبان سے اَحَـد اَحَـد کی آواز نکلتی تھی۔ امیہ غضب ناک ہوکر ان کو زدوکوب کرنا شروع کردیتا لیکن آپ اَحد اَحد ہی کہتے چلے جاتے۔ ایک مرتبہ اس نے آپ کو ایک دن رات بھوکا پیاسا رکھا اور تپتی ہوئی ریت پر ان کا تماشہ دیکھتا رہا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بلال کو اس حالت میں دیکھا کہ امیہ نے آپ کو ایسی سخت گرم ریت پر لٹا رکھا ہے کہ جس پر گوشت کا ٹکڑا بھی رکھ دیا جائے تو وہ بھی بھن جائے، لیکن آپ اس حالت میں کہہ رہے تھے کہ میں لات وعزی کا انکار کرتا ہوں۔ جب امیہ نے دیکھا کہ اتنی سختیوں کے باوجود اس عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جبین ہمت پر شکن تک نہیں پڑی تو امیہ کی آتش غضب بھڑک اُٹھی اور اس نے اپنے دوسرے غلاموں کو حکم دیا کہ بتوں کے اس باغی کو اتنی سزا دو کہ یہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کے خدا کا نام لینا چھوڑ دے۔ یہ بد بخت امیہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے آپ کو بری طرح مارتے، پیٹتے، دن کے وقت کپڑے اُتار کر لوہے کی زرہ پہناتے اور دھوپ میں ڈال دیتے۔ شام کو ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک کوٹھڑی میں پھینک دیتے اور رات کو انہیں کوڑے مارے جاتے لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے اَحَد اَحَد ہی نکلتا۔

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ امیہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گلے میں رسی باندھ کر لڑکوں کے حوالے کر دیتا اور وہ انہیں مکے کی گھاٹیوں میں گھسیٹے پھرتے، پھر جلتی ہوئی ریت پر لٹاتے اور ان پر پتھروں کا ڈھیر ڈال دیتے لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَحد اَحد ہی کہتے۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد فرما دیا۔ (مدارج النبوت)

☆ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کی اِطلاع ان کے باپ ابو اُحَیحَہ کو ملی تو وہ سخت برہم ہوا۔ آپ باپ کے غضب سے بچنے کیلئے کہیں چھپ گئے۔ ابواحیحہ نے اپنے دوسرے بیٹوں کو ان کی تلاش کیلئے بھیجا، وہ انہیں پکڑ کر باپ کے پاس لے آئے۔ باپ نے خالد (رضی اللہ عنہ) کو سخت ملامت کرنے کے بعد اس بے دردی سے پیٹا کہ اس کے ہاتھ کی لکڑی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ جب مارتے مارتے تھک گیا تو کہا دینِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو چھوڑ دے، ورنہ تیری خیر نہیں۔ آپ نے جواب دیا، ہرگز نہیں! چاہے میری جان چلی جائے، میں اللہ کے برحق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دامنِ اقدس ہاتھ سے نہ چھوڑوں گا۔ باپ نے بہت ڈرایا دھمکایا، لیکن آپ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ باپ نے مزید زدوکوب کرنے کے بعد کہا تو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ساری قوم سے الگ راستہ اختیار کرلیا ہے، وہ ہمارے معبودوں کی مذمت کرتا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ قرار دیتا ہے، تجھے شرم نہیں آتی کہ ان باتوں میں اس کا ساتھ دیتا ہے۔ آپ نے بلاجھجک جواب دیا کہ خدا کی قسم! وہ جو کچھ فرماتے ہیں، میں ہر حالت میں ان کی پیروی کروں گا۔ باپ نے تنگ آکر کہا میری نظروں سے دُور ہوجا، میرے گھر میں تجھے کھانا نہ ملے گا۔ آپ نے اطمینان سے کہا، آپ میرا رِزق بند کردیں گے تو اللہ عزّ وجل مجھے رزق عطا فرمائیگا۔ پھر آپ رحمتِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کیساتھ رہنے لگے۔
ایک روز آپ مکہ مکرمہ کے نواح میں سنسان جگہ پر نماز پڑھ رہے تھے کہ باپ کو خبر ہوگئی۔ اس نے آپ کو بلوا کر پھر ورغلانے کی کوشش کی لیکن آپ نے کہا، میں مرتے دَم تک اسلام ترک نہ کروں گا۔ یہ سن کر باپ نے ان کے سر پر اس زور سے لکڑی ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہوگئی، پھر اس نے آپ کو قید کردیا اور کھانا پینا بند کردیا۔ حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تین دن تک بھوکے پیاسے مکہ کی ہولناک گرمی میں قیدِ تنہائی کی مصیبتیں جھیلتے رہے۔ چوتھے دن موقع پاکر بھاگ نکلے اور نواحِ مکہ میں چھپ گئے۔ کچھ عرصہ بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دوسرے قافلے کے ہمراہ حبشہ کی جانب ہجرت فرماگئے۔ (مدارج النبوت)

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب مسلمانوں کی فتوحات کا سیلاب شام میں داخل ہوا تو رومیوں میں مسلمان دشمنی کا جنون اس حد تک بڑھ گیا کہ وہ جنگی قیدیوں کو بھی نہایت بے دردی سے شہید کرڈالتے تھے۔ عرب مؤرخین نے لکھا ہے کہ رومیوں نے تانبے کی ایک گائے بنا رکھی تھی، اس کے پیٹ میں روغن زیتون ڈال کر نیچے آگ جلاتے رہتے تھے۔ اگر مسلمان نصرانیت قبول کرلیتے تھے تو ان کو چھوڑ دیتے تھے اور اگر دین ترک کرنے سے انکار کرتے تو انہیں کھولتے تیل میں ڈال دیتے۔ (شرح صدور)

☆ حضرت ابوفکیہہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اُمیہ بن خلف کے غلام تھے جب آپ نے قبولِ اسلام فرمایا تو اس نے مختلف انداز سے ظلم و ستم ڈھانے شروع کر دیئے اور اپنے اہلِ خاندان کو بھی ہر طرح کی اجازت دے دی تھی کہ جب جی چاہے اس مظلوم پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیں۔ یہ ظالم تپتی ہوئی ریت پر دوپہر کے وقت آپ کو منہ کے بل لٹا دیتے اور پیٹھ پر ایک وزنی پتھر رکھ دیتے حتیٰ کہ آپ ہولناک گرمی اور ناقابلِ برداشت اذیت سے بے ہوش ہو جاتے۔

ایک دن شقی القلب اُمیہ نے آپ کے دونوں پاؤں میں رسی باندھی اور انہیں بری طرح گھسیٹتا ہوا باہر لے گیا۔ اس وقت دوپہر کا وقت تھا اور سورج آگ برسا رہا تھا۔ ظالم نے آپ کو تپتی ریت پر ڈال دیا۔ امیہ کا بیٹا صفوان بھی باپ کے پیچھے پیچھے وہاں پہنچا اور حضرت فکیہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، کیا میرا باپ تیرا ربّ نہیں ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، ہرگز نہیں! میرا ربّ اللہ تعالیٰ ہے جو سب کا خالق و مالک ہے اور جو سب کو روزی دیتا ہے۔ صفوان کو اس جواب پر بے حد غصہ آیا اور اس نے آپ کا گلا اتنی زور سے دبایا کہ آپ کی زبان باہر نکل پڑی اور بالکل بے حس و حرکت ہو گئے۔ ظالموں نے سمجھا کہ ختم ہو گئے لیکن ابھی زندگی کی رمق باقی تھی۔ حسنِ اتفاق سے اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے گزرے، انہوں نے یہ دَردناک منظر دیکھا تو دِل بھر آیا اور اسی وقت حضرت فکیہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید کر آزاد فرما دیا۔ (مدارج النبوت)

☆ ہجرت سے قبل حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زندگی کا سب سے تابناک باب وہ ہے جس میں آپ تین سال (۷ ھ تا ۱۰ ھ) تک آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت میں شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ شعب ابی طالب کی محصوری اگرچہ بنی ہاشم اور بنو مطلب سے مخصوص تھی، لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاشمی اور مطلبی نہ ہونے کے باوجود محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر بنو ہاشم اور بنو مطلب کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ تین سال تک ہولناک مصائب برداشت کرتے رہے۔

اس زمانے میں بے کس محصورین بعض اوقات درختوں اور جھاڑیوں کی پتیاں اُبال کر اپنا پیٹ بھرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو مجھے سوکھے ہوئے چمڑے کا ایک ٹکڑا کہیں سے مل گیا، میں نے اسے پانی سے دھویا، پھر آگ پر بھونا، کوٹ کر پانی میں گھولا اور ستو کی طرح پی کر اپنے پیٹ کی آگ بجھائی۔ (مدارج النبوت)

پیارے اسلامی بھائیو! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان پاکیزہ فطرت جاں نثارانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس قدر عظیم مصیبتیں کتنی اِستقامت سے برداشت فرمائیں۔ اس استقامت کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ظاہر ہوا کہ کفارُ ان نومسلم حضرات کے دین سے پھر جانے سے مایوس ہو گئے اور ان کی یہ مایوسی دِین کی تقویت کا سببِ عظیم واقع ہوئی۔

☆ روحانی قربانی

عموماً قلبی تکلیف، جسمانی اذیت سے زیادہ آزمائش کا باعث بنتی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس معاملہ میں بعد میں آنے والوں کیلئے بے شمار مثالیں چھوڑ گئے۔ آیئے اس بارے میں چند حیرت انگیز واقعات سنتے ہیں۔

☆ ہجرتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سال سوا سال پہلے حضرت ابو سَلَمَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کافر کے مظالم سے تنگ آ کر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کا قصد کیا۔ اس وقت ان کے پاس صرف ایک ہی اونٹ تھا، اسی پر زوجہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ننھے بچے سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سوار کرایا اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر چل پڑے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبیلے بنو مُغَیرَہ کو ان کی خبر ہوئی تو انہوں نے اونٹ کو گھیر لیا اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، تم جا سکتے ہو لیکن ہماری لڑکی تمہارے ساتھ نہیں جائے گی۔ یہ کہہ کر اونٹ کی نکیل آپ سے چھین کر چل دیئے۔

اتنے میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان بنو عبد الاسد کے لوگ بھی آ پہنچے۔ انہوں نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بچے کو چھین لیا اور بنو مغیرہ سے کہنے لگے، تم نے ہمارے آدمی سے اپنی لڑکی کو چھینا تو ہم اپنے بچے کو تمہارے پاس کیوں چھوڑیں؟ اسی چھینا چھپٹی میں منے کا ہاتھ اُتر گیا۔

گویا دینِ حق کی خاطر تینوں میاں، بیوی اور بیٹا جدائی کی تکلیفیں برداشت کر رہے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فطری طور پر شوہر و بچے کی جدائی کا بہت صدمہ تھا۔ وہ روزانہ صبح کے وقت گھر سے نکلتیں اور سارا دن ایک ٹیلے پر بیٹھ کر گریہ وزاری کرتیں۔ پورا ایک سال اسی طرح گزر گیا۔ ایک دن بنو مغیرہ کے ایک رحم دل اور صاحبِ اثر شخص نے انہیں اس حال میں دیکھا تو اس کا دل نرم پڑ گیا۔ اس نے اپنے تمام قبیلے کو جمع کیا اور کہا کہ یہ لڑکی ہمارا ہی خون ہے، ہم کب تک اس مسکین کو اس کے شوہر و بچے سے دُور رکھیں گے؟ ہمارا قبیلہ بڑا شریف اور شجاع ہے اور ظلم کو دوست نہیں رکھتا۔

اس کی تقریر سن کر دوسروں کو بھی رحم آ گیا اور انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جانے کی اجازت دے دی۔ جب بنو عبد الاسد نے سنا تو انہیں بھی رحم آ گیا اور انہوں نے سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماں کے پاس بھیج دیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹ پر سوار ہوئیں اور مدینہ منورہ کی طرف منے کے ہمراہ روانہ ہوئیں۔ راستے میں عثمان بن طلحہ ملے (یہ ابھی ایمان نہ لائے تھے، فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے) انہیں اس قافلے پر رحم آیا اور انہیں مدینے تک پہنچا دیا۔ (استیعاب)

بی بی اُم سلمہ کا شوہر اور بچے کے بغیر ایک سال تک تڑپنا اور ابو سلمہ کا بیوی بچے کے بغیر اللہ کی رضا کیلئے ایک سال تک دُور رہنا کس قدر قلبی اذیت کا باعث بنا ہوگا، اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے کہ جو ایک طویل عرصے تک اپنے گھر والوں سے دُور رہا ہو۔

☆ حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے چار فرزندوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لینے کیلئے قادسیہ آئیں تھیں۔ جس وقت لڑائی کا تنور پوری طرح گرم ہوا تو آپ نے بیٹوں کو حکم دیا کہ میرے بچو! جاؤ اور آخری دم تک راہِ حق میں لڑو۔ ماں کا حکم سنتے ہی چاروں بھائی گھوڑے کی باگیں اُٹھائے رجز پڑھتے ہوئے یکے بعد دیگرے شہید ہوگئے۔ والدہ نے ان کی شہادت کی خبر سنی تو کہا' اللہ کا شکر ہے کہ میرے فرزندوں نے پیٹھ نہیں پھیری، اللہ عزَّ وجل نے ان کی شہادت کا شرف مجھے بخشا، اس ذاتِ رحیم سے مجھے اُمید ہے کہ وہ اپنی رَحمت کے سائے میں میرے بچوں کے ساتھ مجھے بھی جگہ دے گا۔ (زرقانی)

بڑھاپے کی حالت میں چار جوان بیٹوں کی ہمیشہ کی جدائی کس قدر تکلیف دہ معاملہ ہے، یہ کسی ماں سے پوچھیں تو بہتر ہے۔

☆ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حَمْنَہ کو اپنے آبائی مذہب سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔ اسکو بیٹے کے قبولِ اسلام کا سن کر اس قدر رنج ہوا کہ کھانا پینا، بولنا چالنا سب کچھ بند کر دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماں سے بے حد محبت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ماں کو آزردہ دیکھنا بہت بڑی آزمائش تھی لیکن آپ اس آزمائش میں پورے اُترے۔ ماں تین دن بھوکی پیاسی رہی۔ یہی اِصرار تھا کہ یہ نیا دِین ترک کردو۔ لیکن آپ کا ایک ہی جواب تھا کہ ماں! تم مجھے بے حد عزیز ہو، لیکن تمہارے قالب میں خواہ سو جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے ہر جان نکل جائے تب بھی اسلام کو نہ چھوڑوں گا۔

بارگاہ خداوندی عزَّ وجل میں آپ کی شانِ استقلال ایسی مقبول ہوئی کہ عامۃ المسلمین کیلئے یہ فرمانِ الٰہی نافذ ہوگیا: اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۲۰۔ العنکبوت:۸)

☆ جانی قربانی

غالباً انسان کو اپنی جان سب سے زیادہ پیاری ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اگر جان کو خطرہ لاحق ہوتو اسکے بدلے میں بڑی سے بڑی چیز قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جب دین کی خاطر جان قربانی کرنے کا موقع آیا تو چشمِ فلک یہ مناظر دیکھ کر محوِ حیرت ہوگئی کہ ان حضرات نے اس معاملے میں بھی کسی قسم کی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا۔ چنانچہ

☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اُحد کے دِن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر میں شہید ہوگیا تو کہاں ہوں گا؟ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جنت میں۔ یہ سنتے ہی انہوں نے ہاتھ کی کھجوریں پھینکیں اور لڑائی میں مشغول ہوگئے یہاں تک کہ مرتبۂ شہادت پایا۔ (مسلم)

☆ جب پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ بدر کیلئے مدینہ منورہ سے چلنے لگے تو مدینے کے ایک گھر میں ایک باپ اور بیٹے کے درمیان عجیب وغریب اور بے نظیر مباحثہ جاری تھا۔

باپ! بیٹا' گھر میں ہم دونوں کے سوا کوئی مرد نہیں، اس لئے مناسب یہی ہے کہ ہم دونوں میں سے کوئی ایک یہیں رہے اور دوسرا جہاد میں شریک ہو۔ تم جوان ہو اور گھر کی دیکھ بھال بہتر طور پر کرسکتے ہو۔ اس لئے تم یہاں رہو اور مجھے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جانے دو۔

اس کے جواب میں سعادت مند فرزند نے عرض کی، ابا جان! اگر جنت کے علاوہ اور کوئی معاملہ ہوتا تو مجھے گھر پر رہنے میں کوئی عذر نہ تھا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی قدرت دی ہے کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمراہی کا حق ادا کرسکوں۔ اس لئے آپ یہاں رہئے اور مجھے جانے کی اجازت دیجئے۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھے شرفِ شہادت بخشے۔

بڑی تکرار کے بعد باپ نے فیصلہ کیا کہ قرعہ ڈالتے ہیں جس کا نام نکلا وہ جہاد میں جائے گا۔ بیٹے نے رضا مندی کا اظہار کیا۔ قرعہ ڈالا گیا تو بیٹے کا نام نکلا۔ ان کو اتنی مسرت ہورہی تھی کہ پاؤں زمین پر ٹکتے نہ تھے۔ ان فرزند کا نام سعد اور والد کا نام خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ذوق وشوق کے ساتھ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں بدر پہنچے اور طعیمہ بن عدی یا عمرو بن عبدود کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ (عامہ کتب)

☆ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ جنگِ احد سے ایک دن پہلے حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک جگہ اِکھٹے ہوئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا فرمائی کہ الٰہی عزّ وجل! کل جو دشمن میرے مقابلے میں آئے وہ بڑا بہادر اور غضب ناک ہو اور مجھے اتنی طاقت دے کہ میں تیری راہ میں اس کو قتل کر دوں۔

پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آمین کہتے ہوئے دعا فرمائی کہ الٰہی عزّ وجل! کل میرا مقابلہ ایسے دشمن سے ہو جو نہایت جنگ جو اور غصہ ور ہو، مجھے شہادت نصیب ہو اور وہ میرے کان، ناک کاٹ ڈالے۔ جب میں تجھ سے ملوں اور تو مجھ سے پوچھے کہ اے عبداللہ! یہ تیرے کان ناک کیوں کاٹے گئے؟ تو میں کہوں کہ اے اللہ عزّ وجل! تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی دعا پر آمین کہا۔ دل سے نکلنے والی دونوں دعاؤں نے درجۂ قبولیت پایا۔ چنانچہ دورانِ جنگ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نامی گرامی مشرک کو قتل کیا اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن اخنس ثقفی کے ہاتھ سے جامِ شہادت پیا۔ مشرکین نے ان کی لاش کا مثلہ کیا اور کان، ناک، ہونٹ کاٹ کر دھاگے میں پروئے۔ لڑائی کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر انکی لاش پر ہوا تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا، خدا عزّ وجل کی قسم! عبداللہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ (سیرتِ رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

☆ خواهشات کی قربانی

انسان کی خواہشات مختلف قسم کی ہوتی ہیں۔ بسا اوقات ان میں بہت شدت پائی جاتی ہے اور کبھی ان کا زور ہلکا ہوتا ہے۔ کمزور خواہش کا دَبانا آسان جب کہ زبردست تمنا کو پایۂ تکمیل تک پہنچنے سے روکنا بے حد مشکل ہوتا ہے۔ پھر اگر دل میں مچلنے والی کوئی خواہش فوراً پوری ہو رہی ہو اور پھر کسی وجہ سے اسے روکا جائے تو اتنی مشقت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے برعکس اگر کوئی تمنا بہت عرصہ تڑپتے رہنے کے بعد پوری ہونے کا موقع آئے اور پھر اسے روکنے کی کوشش کی جائے تو یقیناً بہت اذیت و تکلیف کا باعث اور زبردست مجاہدہ درکار ہے۔ ہمارے اسلافِ کرام اپنی پوری زندگی اسلام کی راہ میں اسی قسم کی اذیتوں کو برداشت کرتے ہوئے گزار کر ہمارے لئے زبردست عملی نمونہ چھوڑ گئے۔ اسی ضمن میں ایک ایمان افروز واقعہ حاضرِ خدمت ہے۔

☆ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قبولِ اسلام کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نکاح کرنا چاہتا ہوں لیکن کوئی بھی شخص میری بدصورتی کے سبب مجھے رشتہ دینے پر راضی نہیں ہوتا۔ میں کئی مقام پر پیغام بھیج چکا ہوں لیکن سب نے ردّ کر دیا ہے۔

اپنے جانثار کی اس درخواست کو سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رحیمی نے گوارہ نہ کیا کہ لوگ اسے صرف اس وجہ سے ٹھکرائیں کہ وہ ظاہری حسن و جمال سے محروم ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے سعد! گھبراؤ نہیں، میں خود تمہاری شادی کا بندوبست کرتا ہوں، تم اسی وقت عمرو بن وہب ثقفی کے گھر جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرا رشتہ آپ کی بیٹی سے کر دیا ہے۔

رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاداں و فرحاں حضرت عمرو بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی طرف چل دیئے۔ حضرت عمرو بن وہب ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ابھی ان کے مزاج میں زمانۂ جاہلیت کی درشتی موجود تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے گھر پہنچ کر انہیں سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان سے مطلع کیا تو ان کو بڑی حیرت ہوئی کہ میری ماہ پیکر، ذہین و فطین لڑکی کی شادی ایسے کریہہ منظر شخص سے کیسے ہو سکتی ہے؟ انہوں نے سوچے سمجھے بغیر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیغام ردّ کر دیا اور بڑی سختی کے ساتھ انہیں واپس جانے کیلئے کہا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سعادت مند بیٹی نے یہ تمام گفتگو سن لی تھی، جونہی حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس جانے کیلئے پلٹے، وہ لپک کر آئیں اور آواز دی کہ اے اللہ کے بندے! واپس آؤ، اگر واقعی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہیں بھیجا ہے تو میں بخوشی تمہارے ساتھ شادی کو تیار ہوں جس بات سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہوں، میں بھی اس پر راضی ہوں۔

لیکن اتنی دیر میں حضرت سعد آگے بڑھ چکے تھے، اس لئے یہ بات نہ سن سکے۔ پھر نیک بخت بیٹی نے والد سے کہا کہ بابا جان! قبل اس کے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو رُسوا کرے، آپ اپنی نَجات کی کوشش کیجئے۔ آپ نے بڑا غضب کیا کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانِ عالیشان کی پرواہ نہ کی اور آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرستادہ کے ساتھ درشت سلوک کیا۔ حضرت عمرو بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ بات سنی تو اپنے انکار پر سخت شرمندہ ہوئے اور ڈرتے ڈرتے بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر سوال کیا کہ تم ہی نے میرے بھیجے ہوئے آدمی کو لوٹایا تھا؟ حضرت عمرو بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بیشک میں نے انہیں لوٹایا تھا لیکن یہ غلطی لاعلمی میں سرزد ہوئی، میں ان سے واقف نہ تھا اس لئے ان کی بات پر اعتبار نہ کرتے ہوئے پیام نامنظور کیا تھا۔ خدا عزّ وجل کیلئے مجھے معاف فرما دیجئے، مجھے اپنی لڑکی سے ان کی شادی منظور ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول فرماتے ہوئے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا اے سعد! میں نے تمہارا عقد بنت عمرو بن وہب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کر دیا ہے، اب تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مسرت انگیز خبر سن کر بازار گئے اور ارادہ فرمایا کہ دلہن کیلئے کچھ تحائف خریدیں۔ ابھی ارادہ فرما ہی رہے تھے کہ ایک منادی کی آواز کانوں میں پڑی کہ اے اللہ عزّ وجل کے شہسوارو! جہاد کیلئے تیار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت لو۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوجوان تھے، نئی نئی شادی ہوئی تھی، دل میں ہزار اُمنگیں اور اَرمان تھے، بارہا مایوس ہونے کے بعد شادی کا مژدہ سنا تھا۔ لیکن منادی کی آواز سن کر تمام جذبات پر جوشِ ایمانی غالب آ گیا اور دلہن کیلئے تحفے خریدنے کا خیال دل سے یکسر نکل گیا۔

جو رقم اس مقصد کیلئے ساتھ تھی، اس سے ایک گھوڑا، تلوار اور نیزہ خریدا اور سر پر عمامہ باندھ کر سالارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیادت میں غزوے میں جانے والے مجاہدین میں شامل ہوئے۔ آپ کے پاس اس سے پہلے نہ گھوڑا تھا نہ تلوار و نیزہ، نہ کبھی عمامہ اس طرح باندھا تھا، اس لئے کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ میدانِ جہاد میں آپ ایسے جوش و شجاعت سے لڑے کہ بڑے بڑے بہادروں کو پیچھے چھوڑ دیا۔

ایک موقع پر گھوڑا اَڑ گیا تو اس کی پشت سے کود ے اور آستینیں چڑھا کر پیادہ پا ہی لڑنا شروع کر دیا۔ اس وقت رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھوں کی سیاہی دیکھ کر انہیں شناخت کر لیا اور آواز دی کہ سعد! لیکن حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت دنیا و مافیہا سے بے خبر اس جوش و وارفتگی سے لڑ رہے تھے کہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز نہ سن پائے اور اسی طرح دادِ شجاعت دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر ہوئی تو آپ ان کی لاش کے پاس تشریف لائے ان کا سر اپنی گود مبارک میں رکھا اور پھر دعائے مغفرت کرنے کے بعد فرمایا کہ میں نے سعد کا عقد عمرو بن وہب کی لڑکی کے ساتھ کر دیا تھا، اس لئے اس کے متروک سامان کی مالک وہی لڑکی ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہتھیار اور گھوڑا اس کے پاس پہنچا دو اور اس کے ماں باپ سے جا کر کہہ دو کہ اب خدا عزّ وجل نے تمہاری لڑکی سے بہتر حور سے سعد کا نکاح کر دیا ہے۔ (زرقانی)

٤......ان قربانیوں کی طرف مائل کرنے والے اسباب

پیارے اسلامی بھائیو! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ہمارے اسلافِ کرام کی پوری زندگی دین کی خدمت کے سلسلے میں تکالیف برداشت کرتے ہوئے بسر ہوئی ہے۔اس موقع پر ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں مزید یہ سوال بیدار ہو کہ آخر ان حضرات کی مذکورہ بیشمار قربانیوں کے پیچھے کون کون سے اُمور کارفرما تھے؟اور کس چیز نے انہیں اس قدر سخت تکالیف کا سامنا کرنے پر مجبور کیا؟ معمولی سوچ بچار کے بعد درج ذیل پانچ اُمور بیان کردہ سوالات کے جواب کے طور پر نظر آتے ہیں:۔

۱......دین سے محبت۔

۲......اللہ تعالیٰ اوراس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اِطاعت اور رِضا کے حصول کا جذبہ۔

۳......احساسِ ذمہ داری۔

٤......بروزِ قیامت گرفت کا خوف۔

٥......آخرت کے اِنعامات کے حصول کی تمنا۔

میرے محترم اسلامی بھائیو! صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ان قربانیوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنا دیانت دارانہ محاسبہ ضرور کرنا چاہئے کہ

☆ کیا ہم بھی دین سے محبت رکھتے ہیں؟

☆ کیا ہم بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کے حصول کیلئے اصلاحِ معاشرہ کا ذہن بنا کر عملی کوششوں میں مصروفِ عمل ہیں؟

☆ کیا ہمیں موجودہ معاشرے کی بدترین صورتِ حال کی بہتری کے سلسلے میں اپنی ذِمہ داری کا احساس ہے؟

☆ کیا ہم نے کبھی خوف کیا کہ بروزِ قیامت ہم سے بھی اپنے اطراف میں رہنے والے مسلمانوں کی اِصلاح کے بارے میں سوال کیا جائے گا؟

☆ کیا ہم نے جنت کی خواہش رکھنے کے باوجود اس کے حصول کیلئے تبلیغِ دین کو بھی ذریعہ بنایا؟

افسوس صد افسوس! یقیناً ان سوالات کے جوابات میں ہمارے پاس انکار کے سوا اور کچھ نہیں...... کیونکہ

☆ اگر ہمیں اپنے دین سے محبت ہوتی تو جس طرح اپنے کاروبار و نوکری کے فائدے و نقصان پر ہمیں خوشی و غم محسوس ہوتا ہے ویسا ہی دِینی ترقی و تنزلی پر بھی محسوس ہوتا۔ لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ نہ تو دینی ترقی پر دل میں خوشی کی لہریں اُٹھتی ہیں اور نہ ہی اس کے نقصان پر راتوں کی نیندیں اور بھوک غائب ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ کبھی چہرے پر افسردگی کے آثار بھی نظر نہیں آتے۔

☆ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا مطلوب ہوتی تو ہم بھی اس مقصدِ عظیم کے حصول کیلئے تبلیغِ دین کا فریضہ باقائدگی اور خوشدلی کیساتھ سرانجام دیتے۔ لیکن ہم تو اسے ایک بوجھ تصوّر کرتے ہوئے اپنی جان چھڑاتے نظر آتے ہیں اور اس طریقے سے حصولِ رضا کا ذہن بنانا تو ہم نے سیکھا ہی نہیں۔

☆ یونہی اگر ہمیں احساسِ ذمہ داری ہوتا تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہوئے معاشرے یا کم از کم اپنے گھر والوں کی اصلاح کرنے کی تو سنجیدگی کے ساتھ کوشش کریں۔ لیکن ہمارا تو ذہن بن چکا ہے کہ دین کا کام فقط عمامہ باندھنے والا، داڑھی رکھنے والا یا مسجد کا امام و خطیب کرے گا، یا میں کیوں کروں فلاں کرے گا' ہمیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

کاش! ہم غور کر لیتے کہ دین صرف داڑھی، عمامے والے یا مسجد کے امام و خطیب یا فلاں مسلمان بھائی کا نہیں، ہمارا بھی تو ہے۔ تو جس طرح ان پر خدمتِ دین کی ذمہ داری ہے' ہم پر کیوں نہیں؟

☆ اگر ہمیں گرفتِ آخرت کا خوفِ حقیقی ہوتا تو یقیناً اطراف میں لوگوں کی آخرت سے غفلت اور گناہوں میں سکون کی تلاش کی قابلِ مذمت کوشش اور اس کے جواب میں ہماری سرد مہری دل کو بے قرار کر دیتی۔ لیکن ایسا نہیں بلکہ اس کے برعکس ہم تو گناہوں پر دوسروں کی حوصلہ افزائی اور خود عملی طور پر ان سے ہر قسم کے تعاون کیلئے ہمہ وقت تیار نظر آتے ہیں۔

☆ اگر ہمیں جنت کی سچی طلب ہوتی تو یقیناً ہم اس راہ میں ہر قسم کی مشقتیں برداشت کرنے کیلئے ہر وقت اسی طرح تیار رہتے، جس طرح دنیا کی سچی لگن ہمیں بڑی بڑی مصیبتوں پر صبر کا حوصلہ فراہم کرتی رہتی ہے۔ لیکن افسوس کہ دنیا کیلئے دھکے، گالیاں، بے عزتی اور ہر قسم کی ذلت برداشت کرنے والا' اس راہِ پاکیزہ میں ایک لفظ بھی برداشت کرنے اور اس صبر کی دولت جنت میں درجات کی بلندی کے حصول کیلئے تیار نظر نہیں آتا۔

محترم اسلامی بھائیو! واقعی دین کیلئے پر اخلاص قربانیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہی حصہ ہیں۔ ہم جیسے نازک اندام مسلمان جنہیں گھر بیٹھے ہی اسلام جیسی لازوال نعمت حاصل ہوگئی، اس معاملے میں کسی قسم کی قربانی کا ذہن بنانے کیلئے تیار نہیں ہوتے، نہ تو ہماری جیبوں سے مال نکلتا ہے، نہ ہی اپنا وقت دینے کیلئے تیار ہیں۔

آہ!

☆ پھر دین کا کام کیسے ہوگا؟

☆ لوگ نیک کیسے بنیں گے؟

☆ گناہوں سے کنارہ کشی کس طرح ممکن ہوگی؟

☆ دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کیسے کیا جائے گا؟

میرے پیارے اسلامی بھائیو! ہمیں ہمت کرنا ہوگی...... دین کے کام کو اپنا کام سمجھنا ہوگا...... اس کے نقصان پر افسوس کا اظہار کرنے اور ترقی پر خوش ہونے والا دل رکھنا ہوگا...... اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو ایک وقت آئے گا کہ ایمانی ہلاکت کا باعث بننے والا برائیوں کا یہ سیلاب' ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو بھی اپنے ساتھ بہا کر جہنم کے کسی گندے نالے میں گرا دے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی تبلیغ دین کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

﴿ اچھے ماحول کی برکتیں ﴾

۱...... دنیاوی سفر سے پیشتر قابلِ توجہ اُمور

پیارے اسلامی بھائیو! جب انسان کو کوئی سفر لاحق ہوتا ہے تو یقیناً اس کی تیاری بھی کی جاتی ہے اور تیاری کے سلسلے میں کئی چیزوں کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔ مثلاً

☆ ساتھ جانے والے کو

یعنی دیکھا جاتا ہے کہ ساتھ کوئی جارہا ہے یا نہیں۔ اگر جارہا ہو تو سفر آسان ہو جاتا ہے تیاری کم کرنی پڑتی ہے کیونکہ کچھ ذِمہ داری جانے والا خود اُٹھاتا ہے کچھ ساتھ والے پر ڈالتا ہے اور اگر کوئی بھی ساتھ نہ ہو تو پھر تیار میں مبالغہ کیا جاتا ہے تاکہ اکیلے کسی قسم کی کمی محسوس نہ ہو۔

☆ سفر کی طوالت و سختی

اگر سفر طویل وسخت ہو تو اس کی آسانی کیلئے اتنا ہی اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ دوسروں کی محتاج نہ اُٹھانی پڑے اور تکلیف کم سے کم محسوس ہو اور اگر سفر مختصر اور آرام دہ ہو تو پھر اتنا زیادہ اہتمام کرنے اور پریشان ہونے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی جیسے ہوائی جہاز کا ایسا سفر جو ایک آدھ گھنٹے میں ختم ہو جائے۔

☆ جس مقام پر جانا ہو وہاں پر قیام کی مدت اور سہولتیں

چنانچہ اگر کسی رِشتہ دار کے ہاں جانا ہو اور وہ ہوں بھی صاحبِ حیثیت تو اب زیادہ تیاری کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کی طرف سے سہارا حاصل ہو جائے گا اور اگر کسی ایسی جگہ جانا ہو کہ جہاں جاننے والا کوئی نہ ہو اور تمام تر خرچہ اپنی جیب سے کرنا پڑے گا اور رہنا بھی کافی عرصہ ہوگا تو اب بلا شک وشبہ اتنی ہی زیادہ اور محتاط تیاری کرنی ہوگی۔

۲...... سفرِ آخرت پر غور

پیارے اسلامی بھائیو! جب دُنیاوی سفروں کے بارے میں ہماری یہ سوچ ہے اور صرف سوچ کی حد تک نہیں بلکہ اس کے بعد عملی کوشش بھی ضرور ہوتی ہے۔ تو پھر کاش! کبھی ہم آخرت کے سفر کے بارے میں غور کر لیتے۔ کیونکہ یہ سفر بہت طویل وکٹھن ہے بلکہ اسے طے بھی تنہا کرنا ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ مرنے کے بعد ہزار ہا برس تو قبر میں رہنا ہوگا، پھر قیامت کا پچاس ہزار سالہ دِن اور اس کے بعد اِن شاءَ اللہ جنت یا خدانخواستہ دوزخ۔

۳...... محاسبہ اور اُخروی تیاری کیلئے ضروری امور

ہر صاحبِ عقل شخص بآسانی اور فوری فیصلہ کرسکتا ہے کہ دنیاوی طویل و مشقت سے بھرپور اور اکیلے سفر سے کہیں زیادہ اس سفر کی تیاری کی ضرورت ہے۔ تو کیا ہم نے بھی عقل مندی کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے اس کی تیاری کے بارے میں سنجیدگی سے غور وتفکر کرنے کی زحمت گوارا کی؟

اگر جواب ہاں میں ہو تو خدا کا شکر ادا کرنے کی مزید کوشش جاری رکھیں اور اگر نہ میں ہو تو پھر گزارش ہے کہ اس سفر کی تیاری کیلئے چند چیزوں کا تیار کرنا بے حد ضروری ہے کیونکہ اس زادِ راہ کے بغیر سفرِ آخرت میں کامیابی ممکن نہیں:۔

(۱) علمِ دین کا حصول (۲) عمل کی سعادت (۳) عبادات کی ادائیگی اور گناہوں سے پرہیز پر استقامت (٤) خوفِ خدا (٥) عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (٦) توبہ (۷) صحبتِ نیک (۸) نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنا۔

اب میں آپ کی خدمت میں ان تمام اُمور کی اہمیت کے سلسلے میں چند باتیں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

☆ علمِ دین کا حصول

اس بارے میں کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ آخرت کی تیاری کے سلسلے میں عقائد، عبادات اور گناہ بہت اہمیت کے حامل ہیں اور ان کی مکمل معرفت علمِ دین کے بغیر ممکن نہیں۔ جاہل اپنی جاہلیت کی بناء پر بسا اوقات غلط عقیدے کو اختیار کرلیتا ہے۔ مثلاً بعض جہلاء اس قسم کے عقیدے کا برملا اظہار کرتے نظر آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی جگہ معین کرنا ممنوع ہے کیونکہ بہارِ شریعت (حصہ اوّل) میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت و مکان و زمان و حرکت و سکون و شکل و صورت و جمیع حوادث سے پاک ہے۔

پھر اگر عقائد دُرست ہوں تو اسے معلوم نہیں ہوتا کہ عبادت کس طرح مکمل ہوتی ہے اور کون کون سی غلطیاں اس کے ثواب کو ضائع کروادیتی ہیں۔ یونہی چونکہ اسے گناہوں کی مکمل معرفت حاصل نہیں ہوتی مثلاً حسد کیا ہے؟ ریاء کاری کسے کہتے ہیں؟ بخل کی تعریف کیا ہے؟ تکبر کی شرائط کون کون سی ہیں؟ وغیرہ وغیرہ لہٰذا اس کیلئے بے شمار گناہوں سے بچنا ممکن نہیں رہتا بلکہ بعض اوقات تو اپنی اسی جہالت کی بناء پر گناہ کو ثواب سمجھ کر کرتا ہے۔ مثلاً زمین پر پڑے ہوئے پیسے اُٹھا کر اپنی طرف سے ثواب کی نیت کے ساتھ خرچ کرتا ہے یا سود و رشوت کے پیسے کو راہِ الٰہی میں خرچ کر کے ثواب کی اُمید لگاتا ہے حالانکہ یہ دونوں فعل حرام ہیں جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اگر موضوع سے ہٹ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ضرور آپ کی خدمت میں بالتفصیل وجوہات عرض کرتا۔

☆ عمل کی سعادت

علمِ دین کے حصول کے بعد اس پر عمل کرنا بھی بے حد ضروری ہے۔ صرف علمِ دین حاصل کر کے رُک جانا اور عمل نہ کرنا باعثِ ہلاکتِ آخرت ہوسکتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی بات کو ایک بہت پیاری مثال سے بیان فرماتے ہیں کہ علم حاصل کر کے عمل نہ کرنے والے کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک طبیب نے علاج کے بہترین طریقے سیکھے اور اس سے متعلق بہت سی کتابیں بھی جمع کرلیں۔ پھر اسے ایک مہلک مرض لاحق ہوگیا جس کا علاج بھی اس کے پاس موجود تھا لیکن اس نے دوا نہیں کھائی بلکہ صرف زبان سے کہتا رہا کہ میرے پاس اس کا علاج موجود ہے اور اپنی کتابوں کو دیکھ کر خوش ہوتا رہا حتیٰ کہ مرض نے زور پکڑا اور وہ موت کا شکار ہوگیا۔ (احیاء العلوم)

اسی وجہ سے ہمارے اسلاف عمل کی اہمیت کو بار بار واضح فرماتے رہے۔ چنانچہ

☆ ایک مرتبہ بعد نمازِ فجر پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا، میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے اور وہ سچ ہے، تم اسے خوب سمجھ لو۔ آج میرے پاس ایک آنے والا آیا اور مجھے ایک لمبے چوڑے پہاڑ پر لے گیا جب ہم اس کے درمیانی حصے میں پہنچے تو میں نے دیکھا کہ کچھ مرد اور عورت ایسے ہیں جن کے منہ چیر دیئے گئے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی گئی کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو کہا کرتے تھے اس پر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ (شرح الصدور)

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اُمت کے منافق عالم سے خائف ہوں۔ عرض کی گئی، منافق عالم کون ہوتا ہے؟ فرمایا، جس کی زبان عالم ہو مگر دل اور عمل جاہل ہوں (یعنی وہ بےعمل ہو)۔ (مکاشفۃ القلوب)

☆ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص نہیں جانتا' اس کیلئے ایک تباہی ہے اور جو جانتا ہے لیکن اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا تو اس کیلئے سات مرتبہ تباہی و ہلاکت ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

☆ مروی ہے کہ تین قسم کے اشخاص کو بروزِ قیامت سب سے زیادہ حسرت ہوگی:۔

(۱) وہ آقا کہ جس کا نیک غلام جنت میں اور وہ خود اپنی بداعمالیوں کی بناء پر جہنم میں جائے گا۔

(۲) وہ شخص جس نے مال جمع کیا اور اس سے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کیے بغیر مرگیا۔ پھر ورثاء نے اس مال کو طاعتِ الٰہی میں خرچ کیا تو یہ لوگ اس کے باعث جنت میں چلے جائیں گے، جبکہ مال جمع کرنے والا جہنم میں جائے گا۔

(۳) وہ بےعمل شخص کہ جو لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا تھا لیکن خود عمل نہیں کیا کرتا تھا۔ پھر لوگ ان باتوں پر عمل کر کے جنت پاجائینگے لیکن یہ بدنصیب اپنی بدعملی کے باعث داخلِ جہنم ہوگا۔ (تنبیہ الغافلین)

☆ عبادات کی ادائیگی اور گناہوں سے پرہیز پر استقامت

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی ادائیگی ہم پر فرض یا واجب قرار دی ہے اسے استقامت سے ادا کرنا اور جس چیز سے منع فرمایا اس سے رُک جانے پر پابندی اختیار کرنا بھی آخرت کی تیاری کے سلسلے میں بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ جنت میں داخلے اور جہنم سے آزادی کے حصول کے سلسلے میں یہ دو چیزیں بہت اہم کردار ادا کریں گی جیسا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ سن لو! جنت خلافِ نفس اُمور کی وجہ سے ملے گی اور دوزخ میں لوگ خواہشات کی پیروی کی بناء پر جائینگے۔ (احیاء العلوم)

یقیناً عبادات خلافِ نفس امور اور گناہ خواہشاتِ نفسانی کے تحت داخل ہیں۔

☆ خوفِ خدا

اللہ تعالیٰ کا خوف بھی اخروی کامیابی کیلئے بیحد ضروری ہے کیونکہ جس کے دل میں خوفِ خدا نہ ہوا سے گناہوں سے وحشت نہ ہوگی اور نہ ہی عبادت پابندی سے ادا کر سکے گا۔ لامحالہ شیطان اسے تباہ و برباد کر دیگا۔ نیز دنیا وآخرت میں ہر غم وفکر سے نجات کیلئے بھی اس کا ہونا لازم ہے جیسا کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ایک بندے پر دو خوف اور دو اَمن جمع نہیں کرونگا یعنی اگر کوئی بندہ دنیا میں مجھ سے ڈرے گا تو آخرت میں اس کو بے فکر رکھونگا اور اگر دنیا میں بے خوف رہا تو آخرت میں اسے فکر مند رکھوں گا۔ (شعب الایمان، جلد اوّل)

☆ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

علمِ دین کے حصول، عمل کی سعادت، گناہوں سے پرہیز، عبادات پر استقامت اور خوفِ خدا کے ساتھ ساتھ ایک مومن صادق کے سینے کا رحمتِ عالم، محبوبِ باری تعالیٰ، سیّد الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق ومحبت سے لبریز ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ سرکارِ نامدار، شفیعِ روزِ شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے، تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے ماں باپ، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری ومسلم)

اور محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بناء پر ایمانِ کامل، دخولِ جنت کا سبب ہے جیسا کہ ایک اور مقام پر ارشاد ہوا، جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی)

☆ توبہ

کامیابی آخرت میں توبہ بھی بہت اہم کردار ادا کرتی ہے کیونکہ بتقاضائے بشریت گناہوں سے بچنا ممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے اب اگر یہ گناہ ہمارے ساتھ ہی بارگاہِ الٰہی میں پہنچ گئے تو ہوسکتا ہے کہ جہنم میں داخلے کا سبب بن جائیں۔ یہ اللہ عزّ وجل کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں توبہ کا راستہ بتا کر دوبارہ سنبھلنے کا موقع عطا فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۵۔نساء:۱۱۰)

☆ صحبت نیک

مذکورہ تمام اُمور کے باوجود اگر کوئی صحبتِ نیک کو باقاعدہ اختیار نہ کرے تو بہت جلد دوبارہ غفلت واُخروی لحاظ سے بے پرواہی اسے اپنے گھیرے میں لے لے گی۔ چنانچہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اچھے اور برے مصاحب کی مثال مشک اُٹھانے والے اور بھٹی جھونکنے والی جیسی ہے۔ کستوری اُٹھانے والے تمہیں دے گا یا اس سے خریدو گے یا تمہیں اس سے عمدہ خوشبو آئے گی۔ بھٹی جھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں اس سے ناگوار بدبو آئے گی۔ (مسلم وبخاری)

☆ نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا

تمام تر نیک اعمال کے ساتھ ساتھ نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا بھی لازم وضروری افعال میں سے ہے۔ یہ ایک ایسا ضروری عمل ہے کہ جس میں کوتاہی کے باعث پچھلی اُمتوں کو عذابِ الٰہی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: تو کیوں نہ ہوئے تم میں سے اگلی سنگتوں میں ایسے جن میں بھلائی کا کچھ حصہ لگا رہا ہوتا کہ زمین میں فساد سے روکتے ہاں ان میں بہت تھوڑے تھے وہی جن کو ہم نے نجات دی اور ظالم اسی عیش کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں دیا گیا اور وہ گناہ گار تھے اور تمہارا ربّ ایسا نہیں کہ بستیوں کو بے وجہ ہلاک کردے اور ان کے لوگ اچھے ہوں۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۱۲۔ہود:۱۱۷)

٤...... محاسبہ

پیارے اسلامی بھائیو! ان تمام باتوں کو جاننے کے بعد یقیناً ان کے حصول کے بارے میں اپنا محاسبہ کرنا لازم وضروری ہے کہ یہ تمام چیزیں ہمیں بھی حاصل ہیں یا نہیں۔اگر جواب نہ میں ہو تو پھر وقت ضائع کرنا حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ہمیں فوراً سے پیشتر ان کے حصول کیلئے کوشش شروع کر دینی چاہئے۔

٥...... ان تمام امور کے حصول کا مقام و طریقہ

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان سب چیزوں کے حصول کیلئے کیا طریقۂ کار اختیار کیا جائے اور کیا دُنیوی مصروفیات کے باوجود یہ تمام چیزیں پالینا ممکن ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جی ہاں یہ بالکل ممکن ہے اور اس کیلئے طریقہ یہ ہے کہ جس طرح دنیاوی سفر درپیش ہونے کی صورت میں زادِراہ کی لسٹ بنائی جاتی ہے اور پھر ان تمام چیزوں کیلئے بازار کا رُخ کیا جاتا ہے۔یونہی اُخروی سفر کیلئے ضروری سامان کی فہرست تیار کرنے کے بعد ہمیں ایسے مقام کا رُخ کرنا چاہئے کہ جہاں یہ تمام چیزیں بآسانی دستیاب ہوسکیں اور وہ مقام ایک دِینی ماحول ہے۔

کیونکہ جب انسان کسی دِینی ماحول میں اُٹھنا بیٹھنا شروع کرتا ہے تو اس ماحول سے وابستہ لوگوں کی صحبت کی برکت سے دینی معلومات میں اِضافہ ہونا شروع ہوجاتا ہے، کچھ معلومات تو باہم گفتگو سے اور کچھ بیانات وغیرہ کے ذریعے حاصل ہوجاتی ہیں پھر اس وابستگی کی وجہ سے دِینی کتابیں پڑھنے کا شعور بھی حاصل ہوجاتا ہے اور یوں انسان کم از کم اپنی ضرورت کے تمام مسائل جاننے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔

پھر جب ایسے ماحول کی برکت سے باعمل اسلامی بھائیوں کی صحبت حاصل ہوتی ہے تو خود بھی عمل کرنے اور بے عملی ترک کر دینے کو دل چاہتا ہے اور بسا اوقات ایسے باعمل اسلامی بھائیوں کے سامنے بے عملی اختیار کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ یوں آہستہ آہستہ غیر محسوس طریقے سے آدمی باعمل بنتا چلا جاتا ہے۔

عبادات پر استقامت اور گناہوں سے دُوری بھی اس وقت تک دُشوار محسوس ہوتی ہے جب تک ہمارے سامنے کوئی شخص انہیں استقامت سے نہ اپنائے ہو اور اگر بہت سے افراد اجتماعی طور پر ان اُمور پر عمل پیرا نظر آئیں تو دیکھنے والی کی ذات میں بھی انکی ہمت پیدا ہوجاتی ہے۔دینی ماحول کی ایک برکت یہ بھی دیکھی گئی ہے کہ قریب آنے والا مذکورہ وجوہات کی بناء پر بہت جلد عبادت اور پرہیزِ گناہ پر استقامت پذیر ہوجاتا ہے اور حیرت انگیز طور پر ان امور کے سلسلے میں کسی قسم کی مشقت کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

پھر ایسے ماحول کی پاکیزہ فضاء قلبِ انسان میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت بھی کوٹ کوٹ کر بھر دیتی ہے۔ کیونکہ جب تک انسان گناہوں پر دَلیر اور دُنیوی اشیاء کی محبت میں گرفتار حضرات کی صحبت اختیار کرتا رہتا ہے اس کی خداخوفی میں کمی اور مادی چیزوں کی محبت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے لیکن جب ایسے افراد کی صحبت ملے کہ جو بات بات میں اللہ تعالیٰ کی گرفت کا دھیان رکھنے والے اور اپنے نبی کی اِطاعت و اِتباع میں سر دھڑ کی بازی لگانے کیلئے تیار نظر آتے ہوں تو لامحالہ ساتھ رہنے والے شخص میں بھی ان عمدہ صفات کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ پھر وہ بھی جلوت وخلوت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوا دِکھائی دیتا ہے اور عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تقاضوں کے مطابق رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا والے کاموں میں مصروفِ عمل ہوجاتا ہے۔ پھر کچھ عرصہ بعد ہی اس کا ظاہر و باطن پکار پکار کر اس کی خداخوفی اور محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گواہی دے رہا ہوتا ہے اور یہی خوفِ خدا اسے بار بار سابقہ زندگی میں کیئے ہوئے گناہوں پر توبہ کی جانب مائل کردیتا ہے۔

پھر چونکہ دینی ماحول سے وابستہ حضرات اللہ تعالیٰ کے فرمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم کریں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۴۔آل عمران:۱۰۴) کی روشنی میں اصلاحِ معاشرہ کیلئے رات دن اپنی صلاحیتیں استعمال کرنے میں سعادت محسوس کرتے ہیں۔ لہٰذا قریب آنے والا بھی اس عادت پاکیزہ میں سے حصہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔

پہلے اگر یہی شخص برائی کو دیکھ کر نظر انداز کردیا کرتا تھا تو اب ماحول کے رنگ میں رنگنے کا شرف حاصل کرنے کے بعد اسے روکے بغیر چین وقرار نہیں پاسکتا۔ پہلے اپنے اطراف میں رہنے والوں کیساتھ گناہوں میں تعاون کی حماقت سرزد ہوجاتی تھی تو اب اسے ختم کرنے کی سعادت میں سے حصہ حاصل کئے بغیر ضمیر کی ملامت سے چھٹکارہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ دینی ماحول ہمیں آخرت کی تیاری کے سلسلے میں ہر قسم کا زادِ راہ وافر مقدار میں فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا اس سے وابستگی از حد ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی اطمینان بخش ہے کہ اس وابستگی کی بناء پر وابستہ ہونے والے کا کسی قسم کا دُنیاوی نقصان نہیں ہوتا بلکہ اس لحاظ سے بھی اسے ترقی و کامرانی ہی نصیب ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا واضح فرمانِ عالیشان موجود ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم دینِ خدا کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۲۶۔محمد:۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں دینی ماحول سے وابستہ ہوجانے کی توفیق مرحمت فرمائے!......اس سلسلے میں آپ سے گزارش ہے کہ دعوتِ اسلامی کے غیر سیاسی، پاکیزہ مدنی ماحول سے وابستہ ہونے کی سعادت حاصل فرمائیں تو بیحد فائدے محسوس ہونگے۔ الحمدللہ! اس ماحول نے بیشمار خاندانوں کی زندگیوں میں مدنی اِنقلاب پیدا کردیا ہے۔ آپ بھی سوچئے نہیں بلکہ اس برکات سے فیضیاب ہونے کیلئے آگے بڑھنے میں جلدی کیجئے۔ اللہ تعالیٰ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

﴿ اللہ تعالیٰ کی رحمت ﴾

۱......رحمتِ الٰہی کی اُمید رکھنا واجب ہے

۲......اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنے کے فوائد

۳......اُمیدِ رحمت' اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کے عین مطابق ہے

۴......اس سلسلے میں ہمارے اکابرین کا کردار

۵......رحمتِ الٰہی سے متعلقہ آیات واحادیث وواقعات کس کیلئے نفع بخش ہیں

۶......رحمتِ الٰہی کی ناجائز اُمید اور اس کا ردّ

۱...... رحمتِ الٰہی کی امید رکھنا واجب ہے

پیارے اسلامی بھائیو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت وکرم کی اُمید رکھنا ہم پر واجب ہے، جبکہ اس معاملے میں مایوسی انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۲۴۔الزمر:۵۳) اس فرمانِ عالیشان کی روشنی میں ہمیں ہر موقع پر اللہ تعالیٰ سے بہتری و بھلائی کی اُمید ہی رکھنی چاہئے۔ اس کے علاوہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس معاملے میں تلقین ارشاد فرمائی ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وفات سے تین روز قبل فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنا۔ (مسلم)

۲...... اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنے کے فوائد

اللہ تعالیٰ سے ہر معاملے میں اچھا گمان رکھنا نہ صرف آیتِ مبارکہ سے ثابت شدہ واجب پر عمل پیرا ہونے کی سعادت دِلوائے گا بلکہ دیگر بہت سے ایسے فائدے بھی حاصل ہوسکتے ہیں کہ جن کا ذکر احادیثِ مبارکہ میں بکثرت ملتا ہے۔ ان میں سے چند فائدے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ گزارش ہے کہ انہیں بغور سماعت فرمایئے:۔

☆ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ ہر شخص کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھے کہ یہی جنت کی قیمت ہے۔ (شرح الصدور)

وضاحت......یعنی جب بندہ اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھے گا تو اللہ عزّ وجل کی رحمت سے بعید ہے کہ اسے مایوس فرمادے۔ لہٰذا جب انسان اپنی خطاؤں کے باوجود اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور جنت کی اُمید لگائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے یہ دونوں چیزیں عطا فرمادے گا۔تو گویا یہ حسن ظن ہی جنت کی قیمت ثابت ہوگا۔

☆ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ واللہ! بندہ اللہ تعالیٰ سے جو اچھا گمان رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے پورا فرمادے گا۔ (شرح الصدور)

وضاحت...... مذکورہ فرمانِ عالیشان میں دُنیا یا آخرت کی کوئی قید نہیں ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت میں سے جس کے بارے میں بھی نیک گمان رکھا جائے' وہ اسے پورا فرمادے گا۔

ان فوائد کو حاصل کرنے کیلئے ہمیں چاہئے کہ اپنے ربِّ کریم سے ہمہ وقت اچھا گمان رکھنے کی سعادت حاصل کر کے اس کی مزید رحمتوں کے مستحق بنتے رہیں۔

٤...... امید رحمتِ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے عین مطابق ہے

اگر احادیثِ مبارکہ کا مزید مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا خود اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی چاہتے ہیں کہ بندے اللہ تعالیٰ سے ہرگز ہرگز مایوس نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی زیادتی کو بیان فرما کر بندوں کو مایوسی کی دلدل سے نکالنے یا بچانے کی کوشش فرمائی ہے۔ مثلاً

☆ مروی ہے کہ ایک اعرابی نے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ قیامت کے دن بندوں کے اعمال کا حساب کون کرے گا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ حساب فرمائے گا۔ اس نے عرض کی، کیا وہ خود ہی حساب فرمائیگا؟ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا، ہاں۔ یہ سن کر وہ اعرابی ہنسنے لگا۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وجہ دریافت کی تو عرض کرنے لگا کہ میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ کریم جب غالب ہوتا ہے تو وہ بندے کی تقصیر معاف فرما دیتا ہے اور حساب آسانی سے لیتا ہے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اعرابی نے سچ کہا، ربِّ کریم سے زیادہ کوئی کریم نہیں ہے۔ یہ اعرابی بہت بڑا فقیہ اور دانش مند ہے۔ (احیاء العلوم)

☆ ایک مقام پر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر میرا بندہ آسمان بھر کے گناہ کرے پھر استغفار کرے اور مغفرت کی امید رکھے گا تو میں اس کو بخش دوں گا اور اگر بندہ زمین بھر کے گناہ کرے تو بھی میں اس کے واسطے زمین برابر رحمت رکھتا ہوں۔ (مسند امام احمد بن حنبل)

☆ سلطانِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کو پیدا کرنے کے بعد فرمایا، میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

☆ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، حق تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے، جتنی ماں اپنے بچے پر شفقت کرتی ہے۔ (بخاری)

☆ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس قدر رحمت فرمائے گا جو کسی کے خیال میں بھی نہیں ہے، یہاں تک کہ ابلیس بھی اس کی رحمت کی امید میں اپنی گردن اُٹھائے گا۔ (الدر المنثور)

☆ نورِمجسم،شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں، ننانوے اس نے قیامت کیلئے رکھی ہیں اور دُنیا میں فقط ایک رحمت ظاہر فرمائی ہے۔ ساری مخلوق کے دل میں اسی ایک رحمت کے باعث رحیم ہیں۔ ماں کی شفقت ومحبت اپنے بچے پر اور جانوروں کی اپنے بچے پر ممتا' اسی رحمت کے باعث ہے۔

قیامت کے دن ان ننانوے رحمتوں کے ساتھ اس ایک رحمت کو جمع کر کے مخلوق پر تقسیم کیا جائے گا اور ہر رحمت آسمان وزمین کے طبقات کے برابر ہوگی اور اس روز سوائے ازلی بدبخت کے اور کوئی تباہ نہ ہوگا۔ (مسلم)

☆ سرورِکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں جنتیوں میں سے آخری داخل ہونے والے جنتی اور دوزخیوں میں سے نکلنے والے آخری شخص کو جانتا ہوں کہ وہ شخص ہوگا جسے قیامت کے دن لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس پر اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور بڑے گناہ چھپائے رکھو۔ چنانچہ اس کے چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں گے کہا جائے گا کہ تو نے فلاں دن فلاں گناہ اور فلاں دن فلاں گناہ کئے؟ وہ انکار کرنے کی ہمت نہ کرے گا اور کہے گا، ہاں! اور وہ اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھی پیش کر دیئے جائیں۔

اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے ہر گناہ کے بدلے میں نیکی ہے۔ تب وہ کہے گا کہ میں نے تو اور بڑے بڑے گناہ بھی تو کئے ہیں وہ یہاں نظر نہیں آ رہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کی مسکراہٹ کے باعث داڑھیں چمک گئیں۔ (مسلم)

☆ حضرت سعید ابن ہلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دو شخصوں کو جہنم سے باہر لایا جائے گا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، جو عذاب تم نے دیکھا وہ تمہارے ہی عملوں کے سبب سے تھا' میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ پھر ان کو دوبارہ جہنم میں ڈالے جانے کا حکم دیا جائے گا۔ ان میں سے ایک شخص زنجیریں پڑی ہونے سے باوجود جلدی جلدی دوزخ کی طرف جائے گا اور کہتا جائے گا کہ میں گناہوں کے بوجھ سے اتنا ڈر گیا ہوں کہ اب اس حکم کو پورا کرنے میں کوتاہی نہیں کر سکتا۔ اور دوسرا کہے گا کہ یا الٰہی! میں نیک گمان رکھتا تھا اور مجھے امید تھی کہ ایک مرتبہ دوزخ سے نکالنے کے بعد دوبارہ دوزخ میں ڈالنا تیری رحمت گوارا نہ کرے گی تب اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے گی اور ان دونوں کو جنت میں جانے کا حکم دے دیا جائے گا۔ (احیاء العلوم)

پیارے اسلامی بھائیو! جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ان تمام احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بے حد مہربان و رحم والا ہے لہٰذا ایسے عظیم وکریم ربّ کی بارگاہ سے راہِ فرار نہیں بلکہ یہاں جائے قرار بنانی چاہئے۔

٤...... اس سلسلے میں ہمارے اکابرین کا کردار

ہمارے اکابرینِ اسلام بھی مخلوقِ خدا کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے یقین کی جانب مائل فرمانے کیلئے کوشش فرماتے رہے لہٰذا اس کیلئے ایک طریقہ یہ بھی اختیار فرمایا کہ اپنی کتب میں ایسے واقعات بھی خاص طور پر ذِکر فرمائے کہ جن کے ذریعے اللہ سے حسنِ ظن رکھنے پر انعامات کی بارشیں کی گئیں۔ چنانچہ

☆ ابو غالب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں ایک شخص کے پاس گیا۔ اس آدمی کا ایک بھتیجا تھا جو بہت گناہ گار و سرکش تھا۔ یہ شخص اسے بہت سمجھاتا مگر وہ اسکی بات نہ مانتا۔ اتفاقاً وہ لڑکا بیمار ہو گیا تو اس نے اپنے چچا کو بلوایا مگر اس نے انکار کر دیا لیکن میں اسے سمجھا بجھا کر اس کے بھتیجے کے پاس لے گیا۔ اس نے آتے ہی اپنے بھتیجے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ اے دشمن خدا! تو نے ایسا نہیں کیا۔ تو نے ویسا نہیں کیا۔

اس نوجوان نے پوچھا، اے چچا جان! یہ تو بتایئے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے میری ماں کے حوالے کر دیتا تو وہ میرے ساتھ کیا کرتی؟ اس شخص نے جواب دیا، وہ تجھ کو جنت میں داخل کرتی۔ تو نوجوان نے کہا، بخدا! خدائے کریم مجھ پر میری ماں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

جب اس نوجوان کا انتقال ہوا اور اس کے چچا نے اسے دفن کیا تو قبر پر اینٹیں رکھتے وقت ایک اینٹ گر پڑی۔ اس کا چچا کود کر ایک طرف کو ہٹ گیا۔ میں نے دریافت کیا، اے بھائی! کیا معاملہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس کی قبر کو تو نور سے بھر دیا گیا ہے اور حدِ نگاہ تک اس میں وسعت کر دی گئی ہے۔

اسی طرح ایک اور واقعہ ان الفاظ میں نقل فرمایا:۔

☆ حضرت حمید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک نافرمان بھانجہ بیمار ہو گیا تو اس کی ماں نے مجھے بلوایا۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کے سرہانے کھڑی رو رہی ہے۔ میرے بھانجے نے مجھ سے پوچھا، ماموں! یہ کیوں رو رہی ہے؟ میں نے کہا، یہ تیری برائیوں کی وجہ سے رو رہی ہے۔ اس نے کہا کہ کیا ماں مجھ پر رحم نہیں کرتی ہے؟ میں نے جواب دیا، کیوں نہیں۔ اس نے کہا، میرا ربّ (عزَّ وجلّ) مجھ پر میری ماں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

جب وہ مر گیا تو میں نے کچھ لوگوں کی مدد سے اسے قبر میں اُتارا۔ جب ہم نے اسکی قبر پر اینٹیں رکھیں تو میں نے جھانک کر قبر میں دیکھا معلوم ہوا کہ اس کی قبر تا حدِ نگاہ وسیع کر دی گئی ہے۔ میں نے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ کیا تم نے بھی یہی دیکھا جو میں دیکھ رہا ہوں انہوں نے جواب دیا، ہاں۔ تو میں سمجھ گیا کہ یہ اسی کلمہ کی وجہ سے ہے جو مرتے وقت کہا تھا۔

نیز ذکر فرماتے ہیں کہ

☆ حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا ایک بھتیجا تھا، وہ شدید بیمار ہو گیا لیکن اس کی نافرمانیوں کے باعث میں اس کی عیادت کیلئے نہ گیا لیکن جب نزع کا وقت آیا تو میرے دل میں محبت نے جوش مارا۔ چنانچہ میں اس کی آخری رات اس کے پاس رات بھر بیٹھا رہا۔ اسی رات میں نے دیکھا کہ دو کالے آدمی ہتھوڑے لئے ہوئے نمودار ہوئے۔ پھر دو فرشتے گھر کی چھت سے اُترتے ہوئے دکھائی دیئے۔ میں نے ان کی آواز سنی کہ ایک فرشتہ دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ تو اس کے پاس جا کر دیکھ کہ اس نے کوئی نیکی کی بھی ہے یا نہیں؟

چنانچہ دوسرا فرشتہ میرے بھتیجے کے قریب آیا اور اس کے سر، پیٹ اور پاؤں کو سونگھا، پھر واپس جا کر اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ میں نے سر کو سونگھا اس میں قرآنِ پاک نہ پایا، پیٹ کو سونگھا تو روزہ کا نام ونشان نہ ملا اور اس کے پاؤں کو سونگھا تو ایک رات بھی عبادت کیلئے کھڑا رہنے کا اثر اس میں نہ پایا۔ یہ سن کر پہلا فرشتہ آگے بڑھا اور اس نے میرے بھتیجے کے سر، پیٹ، ہتھیلی اور پاؤں کو سونگھا پھر میں نے سنا کہ وہ تعجب سے کہہ رہا ہے، حیرانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اُمت میں لکھا ہے لیکن اُمتِ محمدیہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خصلتوں میں سے کوئی خصلت بھی اس میں نہیں پائی جاتی۔ پھر اسی حیرت کے عالم میں اس نے میرے بھتیجے کا منہ کھول کر اس کی زبان کی نوک کو نچوڑا۔ اس وقت میں نے فرشتہ کو اللہ اکبر کہتے سنا اور وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے اس کی زبان کی نوک پر ایک تکبیر پائی جو اس نے روم کے شہر انطاکیہ میں بڑے اخلاص سے کہی تھی۔

زبان نچوڑنے کے بعد مشک کی خوشبو پھیل گئی اور اسی وقت میرے بھتیجے کی روح قبض ہو گئی۔ جب فرشتہ روح قبض کر کے چلا تو اس نے دروازے پر کھڑے ہوئے دونوں سیاہ فام آدمیوں سے کہا کہ تم دونوں لوٹ جاؤ، اس میت پر تمہارا کوئی قابو نہیں ہے۔ صبح جب میں نے یہ واقعہ لوگوں کو سنایا تو سب بہت متاثر ہوئے اور سب نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھ کر دعائے مغفرت کی۔

(نوادر الاصول)

۵...... رحمتِ الٰہی سے متعلقہ آیات و احادیث و واقعات کس کیلئے نفع بخش ہیں

پیارے اسلامی بھائیو! یہ بات یادرکھنی بہت ضروری ہے کہ اس قسم کی احادیث و واقعات کو بیان کرنے کا مقصد ہرگز ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ انسان ان کے پیشِ نظر گناہوں پر دلیر ہو جائے، جیسا کہ آج کل بآسانی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ جب کسی مسلمان کو گناہ سے روکا جائے تو فوراً مسکرا کر کہا جاتا ہے کہ جی! ہم نے گناہ کرلیا تو کیا ہوا؟ اللہ کی رحمت بہت بڑی ہے وہ ہمیں معاف فرمادے گا۔

اسی طرح جب کسی کو اللہ تعالیٰ کے شدید عذاب سے ڈرایا جائے تب بھی کچھ اسی قسم کا جواب سنائی دیتا ہے کہ بھائی! یہ ڈرانے والی باتیں کسی اور کو جا کر سناؤ ہمیں تو اپنے اللہ کی رحمت پر کامل بھروسہ ہے۔ اِن شاءَاللہ ہم جہنم میں نہیں جائیں گے۔

بلکہ اس قسم کی باتیں دو قسم کے افراد کیلئے بیان کی گئی ہیں:۔

☆ ان حضرات کیلئے جو بہت زیادہ خوفِ الٰہی میں گرفتار ہو کر کثرتِ عبادت کیلئے ہمہ وقت سعی کرتے رہتے ہیں اور قریب ہے کہ یہ خوف انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف سے نااُمید کردے۔

☆ ان گناہگاروں کیلئے جو اپنے گناہوں کی زیادتی کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت و مغفرت کے حصول سے مایوسی کے قریب قریب پہنچ چکے ہیں۔

ان دو قسم کے حضرات جب اس قسم کی روایات سنیں گے تو خوف رکھنے والا سکون محسوس کریگا اور اس طرح ضرورت سے زیادہ خوف کی وجہ سے ہلاکت سے بچ جائے گا اور مایوس گناہ گار' ان سکون آور باتوں کی بناء پر مغفرت کی اُمید میں توبہ کی جانب مائل ہوگا۔

٦...... رحمتِ الٰہی کی ناجائز امید اور اس کا رد

بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ان مسلمان بھائیوں کی خدمت میں بھی کچھ عرض کی جائے کہ جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ناجائز اُمید لگا کر گناہوں پر دلیر اور عباداتِ الٰہی سے دُور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ انہیں موت سے پہلے پہلے یہ بات سمجھنا ہوگی کہ اس قسم کے خیالات ہلاکت کے گہرے گڑھے میں گرانے کے علاوہ اور کوئی تحفہ نہیں دے سکتے۔ ان خیالاتِ فاسدہ کے باطل ہونے کو دو طرح ثابت کیا جاسکتا ہے: (۱) نقلی طور پر (۲) عقلی طور پر۔

نقلی طور پر ان کے باطل ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ قرآن سے اسطرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے: یہ ہے تمہارا وہ گمان جو تم نے اپنے ربّ کے متعلق کیا اور اس نے تمہیں ہلاک کر دیا تو اب رہ گئے ہارے ہوؤں میں۔ (ترجمۂ کنز الایمان۔ پ۲۴۔حم السجدہ:۲۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھنے والے کو نیک اعمال اختیار کرنے کا حکم ہے نہ کہ ان سے راہِ فرار اختیار کرنے کا۔ اور حدیثِ پاک سے اس طرح کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو دین اور شرع کے تابع کرے اور موت کے بعد کیلئے ذخیرہ اعمال اکٹھا کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے نجات اور جنت کی اُمیدیں لگائے رکھے۔ (مسند امام احمد بن حنبل)

عقلی طور پر ان کے باطل ہونے کو کئی طرح ثابت کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً

☆ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت پر زیادہ بھروسہ ہے یا انبیاء وصحابہ واولیاء کرام کو؟ یقیناً آپ کا جواب یہی ہوگا کہ انبیاء وصحابہ واولیاء کو۔

اب ہم دوسرا سوال کرتے ہیں کہ کیا کسی نبی یا صحابی یا ولی نے اس رحمتِ الٰہی کے حصول کے یقین کے باعث کسی فرض یا واجب کردہ عبادت کو ترک فرمایا؟ یا معاذ اللہ اپنی کسی خواہش نفسانی کی تکمیل کی کوشش کی؟ یقیناً آپ کا جواب انکار میں ہی ہوگا۔

اور اس انکار کے ساتھ ہی بخوبی واضح ہوگیا کہ آپ کے خیالات وعمل، انبیاء وصحابہ واولیاء سب کے خیالات وعمل کے مخالف ہیں۔ اب آپ بآسانی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان نفوسِ قدسیہ کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب بنے گی یا ناراضگی کا۔

☆ کم از کم ایک مرتبہ ایسا ضرور کیجئے کہ اپنے تمام گھر والوں کو ایک کمرے میں بند کر کے اندر سے تالا لگا دیں اور اب اللہ عزَّ وجلّ کی رحمت سے اُمید لگا کر بیٹھ جائیں کہ وہ آسمان سے کھانے پینے کے تھال بھیجے گا۔

ہوسکتا ہے کہ آپ اس مشورے پر ارشاد فرمائیں کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ براہِ راست ہمارے لئے تھال بھیج دے اس نے اسباب کس لئے پیدا فرمائے ہیں؟ کھانے پینے کیلئے تو ہمیں کوشش کرنی پڑے گی تب ہی پیٹ میں کچھ جائے گا۔

بس آپ کے اس جواب کے ساتھ ہی ہماری گزارش ہے کہ یہی سمجھانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ اُخروی تیاری کیلئے بھی اللہ نے اسباب مہیا فرما دیئے ہیں، جس طرح بغیر کوشش کے پیٹ نہیں بھر سکتا اسی طرح بغیر محنت کے جنت بھی نہیں مل سکتی۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس حقیقت کا کسی کو انکار نہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو بغیر کسی عمل کے بھی جنت عطا فرما سکتا ہے لیکن اس کی مشیت یہی ہے کہ بندے نیک اعمال کر کے اس کے حصول کی کوشش کریں۔ لہٰذا ہمیں اپنے ربّ کی رحمت کی امید کے ساتھ ساتھ نیک اعمال کی کثرت کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰہ

﴿ ایثار ایک اعلیٰ سنت ہے ﴾

۱......حج کی قربانی

۲......ایثار کی تعریف

۳......اس بارے میں اکابرین کے ایمان افروز واقعات

۴......ایثار کی عادت اپنانے کا طریقہ

حضرت ربیع بن سلمان رحمۃ اللہ علیہ اپنا ایک ایمان افروز واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کچھ لوگوں کے ساتھ حج پر جا رہا تھا۔ میرا بھائی بھی میرے ساتھ تھا۔ جب ہم کوفہ پہنچے تو میں ضروریاتِ سفر خریدنے کیلئے بازار کی طرف چلا گیا۔ وہاں میں نے ایک وِیران سی جگہ میں دیکھا کہ ایک خچر مرا پڑا ہے اور بہت پرانے اور بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے ایک عورت چاقو سے اس کا گوشت کاٹ کاٹ کر تھیلے میں رکھ رہی ہے۔ میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ عورت کوئی بھٹیارن ہو اور یہی مردار کا گوشت پکا کر لوگوں کو کھلا دے۔ چنانچہ مجھے اس کی تحقیق ضرور کرنی چاہئے۔ پس میں چپکے چپکے اس کے پیچھے ہولیا۔ چلتے چلتے وہ ایک مکان کے دروازے پر پہنچی، اس نے دروازہ بجایا تو اندر سے پوچھا گیا کہ کون؟ تو جواب دیا، کھولو! میں ہی بدحال ہوں۔ دروازہ کھلا تو میں نے دیکھا کہ چار بچیاں ہیں جن کے چہروں سے بدحالی اور مصیبت ٹپک رہی ہے۔ وہ عورت اندر داخل ہوگئی اور دروازہ بند ہوگیا۔ میں جلدی سے دروازے کے قریب گیا اور اس کے سوراخوں سے اندر جھانکنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ اندر سے وہ گھر بالکل خالی اور برباد ہے۔ اس عورت نے وہ تھیلا ان لڑکیوں کے سامنے رکھ دیا اور روتے ہوئے کہنے لگی، لو! اس کو پکالو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ وہ لڑکیاں اس گوشت کو کاٹ کاٹ کر لکڑیوں پر بھوننے لگیں۔ میرے دل کو اس سے بہت ٹھیس پہنچی اور میں نے باہر سے آواز دی کہ اے اللہ کی بندی! خدا کے واسطے اس کو نہ کھا۔ وہ کہنے لگی، تم کون ہو؟ میں نے جواب دیا کہ میں پردیسی ہوں۔ اس نے کہا ہم تو خود مقدر کے قیدی ہیں' تین سال سے ہمارا کوئی معین و مددگار نہیں، تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ مجوسیوں کے ایک فرقے کے سواء کسی مذہب میں مردار کھانا جائز نہیں۔ کہنے لگی کہ ہم خاندانِ نبوت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ہیں' ان کا باپ انتقال کرچکا ہے جو ترکہ اس نے چھوڑا تھا وہ ختم ہوگیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ مردار کھانا جائز نہیں لیکن ہمارا چار دِن کا فاقہ ہے اور ایسی حالت میں مردار جائز ہوجاتا ہے۔

ان کے حالات سن کر مجھے رونا آگیا۔ میں انہیں انتظار کرنے کا کہہ کر واپس ہوا اور اپنے بھائی سے کہنے لگا کہ میرا اِرادہ حج کا نہیں رہا۔ بھائی نے مجھے بہت سمجھایا، فضائل وغیرہ بتائے۔ میں نے کہا کہ بس لمبی چوڑی بات نہ کرو۔ پھر میں نے اپنا احرام اور سارا سامان لیا اور نقد چھ سو دِرہم میں سے سو دِرہم کا کپڑا خریدا اور سو درہم کا آٹا خریدا اور بقیہ پیسہ اس آٹے میں چھپا کر اس عورت کے گھر لے جا کر تمام چیزیں اس کو دے دیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگی اور کہنے لگی، اے ابن سلمان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! جا اللہ تعالیٰ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرمائے اور تجھے حج کا ثواب عطا کرے اور جنت میں تجھے جگہ عطا فرمائے اور دُنیا ہی میں تجھے ایسا بدل عطا فرمائے جو دنیا میں تجھ پر ظاہر ہوجائے۔

سب سے بڑی لڑکی نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا دوگنا اُجر عطا فرمائے اور آپ کے گناہ بخش دے۔ دوسری لڑکی نے کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عطا فرمائے جتنا آپ نے ہمیں دیا۔ تیسری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نانا جان (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ آپ کا حشر کرے۔ چوتھی نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ! جس نے ہم پر احسان کیا تُو اس کا نعم البدل جلدی عطا کر اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردے۔ پھر میں واپس آگیا۔

میں مجبوراً کوفہ ہی میں رُک گیا اور باقی ساتھی حج کیلئے روانہ ہوگئے۔ جب حاجی لوٹ کر آنے لگے تو میں نے سوچا کہ ان کا استقبال کروں اور اپنے لئے دعا کرنے کا کہوں، شاید کسی کی مقبول دعا مجھے بھی لگ جائے۔ جب مجھے حاجیوں کا قافلہ نظر آیا تو اپنی حج سے محرومی پر بے اختیار رونا آ گیا۔ میں ان سے ملا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حج کو قبول فرمائے اور تمہیں اخراجات کا بدلہ عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا کہ یہ دعا کیسی؟ میں نے کہا، یہ اس شخص کی دعا ہے جو دروازے تک کی حاضری سے محروم ہو۔

وہ کہنے لگے، بڑے تعجب کی بات ہے کہ اب تو وہاں جانے ہی سے انکار کر رہا ہے۔ کیا تو ہمارے ساتھ عرفات کے میدان میں نہ تھا؟ تو نے ہمارے ساتھ رمی جمرات نہ کی؟ اور کیا تو نے ہمارے ساتھ طواف نہ کئے؟ آپ فرماتے ہیں کہ میں دل ہی دل میں تعجب کرنے لگا کہ اتنے میں خود میرے شہر کا قافلہ بھی آ گیا۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری کوششیں قبول فرمائے۔ تو وہ بھی یہی کہنے لگے کہ تو ہمارے ساتھ عرفات پر نہ تھا؟ یا رمی جمرات نہ کی؟ اور اب انکار کرتا ہے۔

پھر ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ بھائی! اب کیوں انکار کرتے ہو؟ کیا تم ہمارے ساتھ مکے شریف اور مدینہ منورہ میں نہ تھے؟ اور ہم شفیعِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت کر کے واپس آ رہے تھے تو رش کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی میرے پاس امانت رکھوائی تھی، جس کی مہر پر لکھا ہوا ہے 'مَنْ عَامَلَنَا رَبِحَ' (جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کماتا ہے) اب یہ تھیلی واپس لے لو۔

حضرت ربیع بن سلمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس تھیلی کو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، میں اس کو لے کر گھر واپس آ گیا۔ عشاء کے بعد وظیفہ پورا کیا، اسی سوچ میں جاگتا رہا کہ معاملہ کیا ہے؟ اچانک میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا اور ہاتھ چومے۔ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اے ربیع! آخر ہم کتنے گواہ اس بات پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا ہے؟ تو مانتا ہی نہیں۔ سن جب تو نے میری اولاد میں سے ایک عورت پر صدقہ کیا اور اپنا زادِ راہ ایثار کر کے اپنا حج ملتوی کر دیا۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ تجھے اس کا اچھا بدلہ عطا فرمائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے تیری صورت کا ایک فرشتہ بنا کر حکم دیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے اور دنیا میں تجھے یہ بدلہ دیا ہے کہ چھ سو دِرہم کے بدلے چھ سو دِینار عطا فرمائے تو اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھ۔

پھر آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہی الفاظ دُہرائے 'من عاملنا ربح' حضرت ربیع بن سلمان رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں سو کر اُٹھا اور تھیلی کو کھولا تو اس میں چھ سو اشرفیاں ہی تھیں۔ (رشفۃ الساوی)

پیارے اسلامی بھائیو! اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کے اعمال و افعال پر اللہ تعالیٰ کی عطا سے مطلع ہیں اور اب بھی اپنے غلاموں کی مختلف انداز سے مدد فرماتے رہتے ہیں۔

نیز معلوم ہوا کہ ایثار اللہ عزّ وجل اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے حد پسند ہے اور اس کے بدلے میں بے شمار انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے۔

۲......ایثار کی تعریف

ایثار یہ ہے انسان اپنی ضرورت کی چیز دوسرے کی حاجت کی تکمیل میں خرچ کردے۔ چونکہ یہ عمل نفس پر بے حد گراں گزرتا ہے لہٰذا اس کا ثواب بھی بہت زیادہ ہے۔ ہمیں بھی چاہئے کہ اس نفیس عادت کو اپنانے کی کوشش کریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں اور اس عادت کو اپنانے میں آسانی حاصل کرنے کیلئے اپنے اسلاف کرام کے ایثار پر مشتمل واقعات کو بار بار سنیں' اِن شاءَ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔

۳......اس بارے میں اکابرین کے ایمان افروز واقعات

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میں کبھی ہم نے تین دن مسلسل سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا، حالانکہ ہم کھا سکتے تھے لیکن ہم ایثار کیا کرتے تھے۔ (احیاء العلوم)

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ ایک سال حج کیلئے گئے۔ ادائیگی حج کے بعد تھوڑی دیر کیلئے سو گئے۔ خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے اُترے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اس سال کتنے لوگوں نے حج کئے؟ دوسرے نے جواب دیا، چھ لاکھ آدمی حج کیلئے آئے تھے' پہلے تو کسی کا حج قبول نہ ہوا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے علی بن موفق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نامی موچی کے طفیل جو کہ دمشق میں رہتا ہے اور اس سال حج میں شامل بھی نہ ہو سکا سب کے حج قبول فرمالئے۔

بیدار ہونے کے بعد آپ دمشق کی جانب روانہ ہو گئے تاکہ اس شخص سے اس کے عمل کے بارے میں دریافت کریں۔ دمشق پہنچنے پر اس کو تلاش کر کے تمام خواب سنایا اور کہنے لگا، حضرت! میں تیس سال سے حج کی خواہش رکھتا تھا۔ چنانچہ جوتیوں میں پیوند لگا لگا کر زادِ راہ جمع کرتا رہا۔ اس سال جبکہ میرے پاس تین سو دِرہم جمع ہو گئے تو میں نے حج پر جانے کا ارادہ کیا۔ ایک رات میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ ہمسائے کے گھر سے سالن کی خوشبو آرہی ہے اور میرا دل بھی کھانے کو چاہ رہا ہے۔ چنانچہ پڑوسی سے کچھ کھانا مانگ لاؤ۔ میں اپنے ہمسائے کے پاس پہنچا اور اس سے کھانا مانگا تو اس نے کہا کہ سالن دینے میں تو کوئی اعتراض نہیں لیکن نہ مانگو تو بہتر ہے۔

میں نے سبب پوچھا کہ تو اس نے بتایا کہ کئی دن ہو گئے ہمیں کھانے کو کچھ نہیں ملا، میرے بچے بھوکے تھے، اس لئے آج میں جنگل کی جانب اکیلا نکل گیا۔ وہاں ایک مردار پڑا ہوا تھا، میں اسی کا گوشت لے آیا اور وہی ہم پکا رہے ہیں۔ میں نے جب یہ سنا تو دل میں ایک آگ سی لگ گئی۔ اسی وقت گھر گیا اور تین سو دِرہم لاکر اسے دے دیئے اور اس سے کہہ دیا کہ انہیں خرچ کرلو، میں اسی کو حج سمجھ لوں گا۔ بس میرا یہی عمل ہے۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، تو نے سچ کہا۔ اس واقعہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ایثار کی صفت حد سے بڑھ گئی۔ (تذکرۃ الاولیاء)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی شخص نے ایک بکری کی سری ہدیہ میں بھیجی۔ ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ میرا فلاں ساتھی مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے اور اس کا کنبہ بھی بڑا ہے، چنانچہ آپ نے وہ سری اس کو ہدیہ کردی۔ اس دوسرے ساتھی نے اپنے تیسرے ساتھی کے متعلق یہی باتیں سوچیں اور یہ سری اپنے تیسرے ساتھی کو تحفۃً بھجوادی۔ غرضیکہ اسی طرح سات گھروں میں گھوم کر وہ سری سب سے پہلے والے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لوٹ آئی۔ (احیاء العلوم)

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ تبوک میں بہت سے مسلمان شہید ہوگئے۔ میں اپنے چچازاد بھائی کو تلاش کرتا ہوا اس کے پاس پہنچا تو وہ بالکل مرنے کے قریب تھے۔ میں نے پانی پینے کیلئے پوچھا تو کہا کہ پیوں گا لیکن پھر ایک دوسرے زخمی مسلمان کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے اس کو پلاؤ۔ میں اس زخمی سپاہی کے پاس پہنچا تو ہشام ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے میں نے کہا پانی پی لو، لیکن انہوں نے میرے بھائی کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے انہیں پلاؤ۔ میں اپنے بھائی کے پاس واپس آیا تو دیکھا کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے۔ میں جلدی سے ہشام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس گیا تو دیکھا کہ ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔

☆ حضرت ابوالحسن انطا کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ایک مرتبہ تیس سے زیادہ مرید حاضر ہوئے۔ اس قدر کھانا موجود نہ تھا کہ جو سب کیلئے کافی ہوتا، صرف چند روٹیاں موجود تھیں۔ چنانچہ ان روٹیوں کے ٹکڑے کرکے دسترخوان پر رکھ لئے گئے اور چراغ بجھا دیا گیا۔ تمام افراد دسترخوان پر کھانے کیلئے بیٹھ گئے۔ جب فارغ ہوئے اور چراغ جلایا گیا تو روٹیوں کے ٹکڑے اسی طرح دسترخوان پر موجود تھے یعنی ہر شخص نے ایثار کی نیت سے خود کچھ بھی نہ کھایا تاکہ دوسرا ساتھی کھالے۔ (احیاء العلوم)

☆ ایک مرتبہ حضرت واقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر تنگ دستی غالب آگئی۔ آپ نے اپنے ایک علوی دوست کو خط لکھا کہ رمضان شریف کا مہینہ آنے والا ہے میرے پاس خرچ کیلئے کچھ بھی نہیں، چنانچہ مجھے ایک ہزار دِرہم بھیج دو۔ اس علوی نے ایک ہزار دِرہم بھیج دیئے۔ تھوڑی دیر بعد آپ کے پاس آپ کے ایک دوست کا خط آیا کہ رمضان شریف میں خرچ کیلئے میرے پاس کچھ نہیں ہے، آپ مجھے ہزار دِرہم بھیج دیں۔ آپ نے بالکل تامل نہ فرمایا بلکہ یہی دراہم اپنے اس دوست کی خدمت میں بھیج دیئے۔ دوسرے دن وہی علوی اور دوسرا دوست آپ کے پاس آئے۔ اس علوی نے کہا، رمضان شریف کا مہینہ آیا تھا میرے پاس ہزار دِرہم ہی تھے، جب آپ کا خط آیا تو میں نے وہ آپ کو بھیج دیئے اور پھر میں نے تیسرے دوست کو خط لکھ کر کچھ پیسے مانگے۔ اتنے عرصے میں یہ خط لکھ کر آپ سے پیسے مانگ چکا تھا، چنانچہ میرا خط ملنے پر جب اس نے میرے ہی پیسے مجھے بھیج دیئے تو میں حیران ہوا۔ جب تحقیق کیلئے اس کے پاس پہنچا تو سارا معاملہ سمجھ میں آیا۔

پھر ان تین نے اتفاق کرکے اس رقم کو تین حصوں میں تقسیم کرلیا۔ اس رات خواب میں آپ کو پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ ارشاد ہوا، کل تمہیں بہت کچھ مل جائے گا۔ چنانچہ دوسرے دن امیر یحییٰ برمکی نے واقدی کو بلا کر پوچھا کہ رات میں نے تمہیں خواب میں پریشان دیکھا ہے' کیا بات ہے؟ آپ نے سارا واقعہ اس کو سنایا تو وزیر نے کہا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ تم تینوں میں سے کس نے زیادہ ایثار کیا ہے؟ پھر اس نے تیس ہزار دِرہم آپ کو جبکہ باقی دو دوستوں کو بیس بیس ہزار دِرہم دیئے اور آپ کو قاضی بھی مقرر کردیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

٤......ایثار کی عادت اپنانے کا طریقہ

پیارے اسلامی بھائیو! ان تمام واقعات کی روشنی میں ہمیں بھی چاہئے کہ اپنی ذات میں ایثار کا جذبہ بڑھانے کی خوب خوب کوشش کریں۔ اگر باہر توفیق نہ ملے تو کم از کم اپنے گھر والوں کیلئے ہی اپنی خواہشات کو قربان کر کے ایثار کا ثواب حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ مثلاً

☆ کوئی اچھی چیز پکی، کھانے کی بہت خواہش ہے لیکن خود نہ کھائیں بلکہ ایثار کی نیت سے کسی دوسرے کو کھلا دیں۔

☆ کوئی پھل وغیرہ گھر میں آئے، خود نہ کھائیں دوسروں کو کھلا دیں۔

☆ ٹھنڈا پانی پینے کو دل چاہا، خود نہ پئیں کسی اور کو پلا دیں۔

ثواب کا متمنی اسی طرح غور و تفکر کر کے بآسانی ایک دن میں کئی مرتبہ ایثار کی سعادت حاصل کر سکتا ہے۔

کاش! ہم بھی اپنے اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کثرت سے ایثار کیا کریں اور روزانہ کم از کم ایک بار تو کسی نہ کسی چیز میں ایثار کرنے کا ذہن بنائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

﴿ برے خاتمے کا خوف ﴾

۱......صرف صاحبِ ایمان ہونے سے مطمئن نہ ہوں

پیارے اسلامی بھائیو! یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمیں ایک مسلمان گھرانے میں پیدا فرمایا، صاحبِ ایمان بنایا اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت میں پیدا فرمایا۔ اگر موت تک ایمان سلامت رہا تو اِن شاءَ اللہ بعد میں بھی ان انعامات کے وسیلے سے مزید کرم نوازی کی اُمید رکھی جاسکتی ہے۔

لیکن یہ بات ذہن نشین رکھنی بہت ضروری ہے کہ نفس وشیطان انسان کے ایمان کی تباہی کیلئے ہمہ وقت فاسد کوششوں میں مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ لہٰذا صرف صاحبِ ایمان ہوجانے پر مطمئن ہوجانا بہت بڑی غلطی ہے، بلکہ اطمینان تو صرف اس وقت حاصل ہونا چاہئے کہ جب اپنا ایمان سلامت لے کر دُنیا سے رُخصت ہونے میں کامیاب ہوجائیں۔

پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی بات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا، بعض بندے عمل تو دوزخیوں کے سے کرتے ہیں لیکن ہوتے ہیں جنتی اور بعض عمل تو جنتیوں کے سے کرتے ہیں لیکن ہوتے ہیں دوزخی، اعمال کا اعتبار صرف انجام سے ہے۔ (بخاری ومسلم)

۲......اس بارے میں ہمارے اسلافِ کرام کا خوف

یہی وجہ تھی کہ ہمارے بزرگانِ دین باوجود کثرتِ عبادت اور زہد وتقویٰ کی موجودگی کے اس معاملے میں ڈرتے ہی رہتے تھے، چنانچہ

☆ ایک مرتبہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو کہ سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اس کو ایک ہزار سال عذاب ہوا ہوگا۔ وہ یَا حَنَّان یا مَنَّان کہتا ہوا دوزخ سے باہر آئے گا۔ تو آپ اس کا حال سن کر رو پڑے اور فرمایا کہ کاش! وہ شخص میں ہوتا۔ لوگوں نے آپ کی اس بات پر تعجب کا اظہار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا، تم پر افسوس ہے کہ بات نہیں سمجھتے وہ ایک نہ ایک دن عذاب سے نکل تو آئے گا۔ (احیاءالعلوم)

☆ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ فرماتی ہیں کہ آپ کی عادت تھی کہ جب بھی کسی نیک آدمی کا وصال ہوتا تو آپ فرماتے کاش! تیری جگہ میں ہوتا۔ اس پر میں نے اعتراض کیا تو فرمایا، آپ نہیں جانتیں کہ آدمی صبح ایمان پر کرتا ہے اور شام کو منافق ہوجاتا ہے اور اس کا ایمان لاشعوری کے عالم میں اس سے سلب کرلیا جاتا ہے، اسلئے میں اس میت پر رشک کرتا ہوں اور اسے اس زندگی پر ترجیح دیتا ہوں جس میں نماز روزہ ہو۔ (شرح الصدور)

☆ حضرت یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ تمام رات روتے رہے۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ اپنے گناہوں کے خوف سے روتے ہیں؟ تو حضرت سفیان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ایک تنکا اُٹھایا اور فرمایا کہ گناہ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس سے بھی کم حیثیت رکھتے ہیں، مجھے تو اس بات کا خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ دولتِ اسلام نہ چھین لے۔ (احیاء العلوم)

☆ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موت کے وقت بہت بے قرار اور مضطرب تھے اور گریہ وزاری کررہے تھے۔ لوگوں نے کہا آپ ایسا نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ کی بخشش آپ کے گناہوں سے زیادہ ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے یقین کے ساتھ یہ معلوم نہیں کہ میں باایمان مروں گا' اگر یہ معلوم ہوجائے تو پھر کچھ پرواہ نہیں خواہ میرے گناہ پہاڑ کے برابر ہوں۔ (احیاء العلوم)

☆ حضرت ابوحفص حداد بازار میں ایک یہودی کو دیکھتے ہی بے ہوش ہوگئے، ہوش میں آنے پر جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے اس یہودی کو عدل کے لباس میں اور خود کو فضل کے لباس میں دیکھ کر یہ خدشہ ہوگیا کہ کہیں اس کا لباس مجھ کو اور میرا لباس اس کو نہ عطا کردیا جائے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں ایک مرتبہ چراغ بجھ گیا تو محض اس خوف سے روتے رہے کہ توحید وایمان کی شمع بھی غفلت کے جھونکوں سے نہ بجھ جائے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

☆ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ایک رباعی میں فرماتے ہیں کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ کل عید ہے! کل عید ہے! اور سب خوش ہیں لیکن میں تو جس دن دنیا سے ایمان سلامت لے کر گیا، میرے لئے تو وہی عید کا دن ہوگا۔

۳......محاسبہ

پیارے اسلامی بھائیو! جب ان اللہ عزّ وجل کے پیاروں کی یہ حالت ہے تو ہم گناہگاروں کو اپنے ایمان کے بارے میں کتنا فکر مند ہونا چاہئے اور اس کی حفاظت کیلئے کس قدر اہتمام کرنا چاہئے۔

٤......بربادیٔ ایمان کے اسباب

آیئے اب میں آپ کی خدمت میں ایمان کی حفاظت کے سلسلے میں ان اسباب کی طرف توجہ دِلوانے کی سعادت حاصل کروں گا کہ جن کے باعث ہمارے ایمان کو شدید خطرہ لاحق ہے۔ان اسباب میں سے بڑے بڑے تین سبب ہیں:۔

(۱) گناہوں کی کثرت (۲) نفس (۳) شیطان۔

☆ گناہوں کی کثرت

پیارے اسلامی بھائیو! گناہ اگر کثرت اور استقامت کے ساتھ ہوں اور درمیان میں توبہ کی سعادت بھی حاصل نہ کی جائے تو اکثر و بیشتر بربادیٔ ایمان کا سبب بن جاتے ہیں۔سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے،مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے اگر وہ توبہ کرلے تو اس کا دل پاک وصاف ہوجاتا ہے اور اگر گناہ کرتا رہے اور توبہ نہ کرے تو سیاہی زیادہ ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ دل پر چھاجاتی ہے۔ (ابن ماجہ)

☆ نفس

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر ایک ایسی قوت پیدا فرمائی ہے کہ جو ہمیشہ سستی وغفلت کی جانب مائل کرنے کی کوشش ہی کرتی رہتی ہے اسی کو نفس کا نام دیا جاتا ہے۔نفس کے ایمان کی بربادی کے معاملے میں سب سے زیادہ خطرناک ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے شیطان کا ایمان بھی برباد کروادیا تھا۔ کیونکہ جب اس نے آدم علیہ السلام کو سجدے سے انکار کرکے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارتکاب کیا تو اس وقت کوئی دوسرا شیطان تو تھا نہیں کہ جو اسے اس معصیت کی ترغیب دیتا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ اس وقت نفس نے اسے تکبر میں مبتلاء کرواکر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے لعنتِ الٰہی میں گرفتار کروادیا تھا۔

☆ شیطان

یہ خبیث بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ایمان کا پکا دشمن ہے، اس کا اصل ٹارگٹ ہمارا ایمان ہی ہے۔اس کو جیسے ہی موقع ملا بغیر کسی قسم کا رحم کھائے ایمان کی تباہی کا سامان پیدا کرنے میں دیر نہ کرے گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسے راندہ درگاہ کیا' اس نے اسی وقت اس ناپاک ارادے کا اظہار کردیا تھا۔ چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے: بولا تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۲۳۔الزمر:۸۲)

٤......ایمان کی حفاظت کیلئے ضروری عمل

ان تمام اسباب کو جاننے کے بعد ایمان کی حفاظت کیلئے سب سے مؤثر ترین عمل یہ ہے کہ صرف اور صرف نیک صحبت اختیار کی جائے کیونکہ نیک لوگوں کے قرب کی برکت سے عبادات پر استقامت اور گناہوں سے نفرت وڈوری کی لازوال دولت حاصل ہوتی ہے اور اس دولتِ عظیمہ کی بدولت دل میں ایک خاص قسم کا نور پیدا ہوتا ہے اور اسی نور کی برکت سے دل کی گندگی دور ہوجاتی ہے اور اس کی جگہ پاکیزگی لے لیتی ہے اور یہ پاکیزگی نفسانی وشیطانی حملوں کی راہ میں ایک ڈھال کا کام کرتی ہے۔ لہٰذا انسان ان دونوں بدکرداروں کی ناپاک حرکتوں کی آفات سے محفوظ ہوجاتا ہے اور اس طرح ایمان کی حفاظت بے حد آسان ہوجاتی ہے۔

سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درج ذیل حدیثِ پاک میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ تم جماعت میں رہنا لازم کرلو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دستِ عنایت جماعت پر ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو جماعت سے الگ رہا وہ الگ ہی جہنم میں جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ ہمیں نہ صرف اپنا بلکہ اپنے اطراف میں رہنے والے تمام مسلمان بھائیوں کا ایمان بچانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰہ

مقام رحمت

۱......ذکرِ جنّت سنّتِ ربّ العُلیٰ ہے

پیارے اسلامی بھائیو! آج میں آپ کی خدمت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کے مقام یعنی جنت کی نعمتوں اوران کے حصول کے طریقوں کے بارے میں چند معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔ کیونکہ یہ ہمارے ربّ اللہ عزّ وجل کی بھی سنتِ مبارکہ ہے کہ اس نے قرآنِ پاک میں جا بجا مقامات پر جنت کی نعمتوں کے ساتھ ساتھ ان کے حصول کے ذرائع کی بھی نشاندہی فرمائی ہے۔ جیسا کہ عنقریب آپ کی خدمت میں ذکر کرنے کی سعادت حاصل کی جائے گی۔

۲......جنت کے ذکر میں پوشیدہ حکمت خدا و رسول (عزّ وجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اس سے پہلے کہ ان انعامات کا پر کیف تذکرہ کیا جائے، بہتر معلوم ہوتا ہے کہ جنت کی نعمتوں کے ذکر میں پوشیدہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکمت کو بھی بیان کر دیا جائے۔

چنانچہ اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں آخرت کی تیاری کیلئے بھیجا ہے اور اس تیاری کی راہ میں سب سے بڑی رُکاوٹ ہمارا نفس ہے۔ اسے زیر کئے بغیر آخرت کی دُرست تیاری ممکن نہیں اور نفس کی فطرت ایک چھوٹے بچے کی مانند تخلیق کی گئی ہے لہٰذا جس طرح بچے کو کسی کام کی طرف مائل کرنے کے دو طریقے ہیں اسی طرح نفس کو بھی زیر یا مغلوب کرنے کے دو طریقے بیان کئے جاتے ہیں: (۱) اسے خوف میں مبتلاء کیا جائے (۲) انعام کا لالچ دیا جائے۔

اگر آپ قرآنِ پاک کے مضامین کو بغور ملاحظہ فرمائیں تو بخوبی جان جائیں گے کہ ہمیں آخرت کی جانب مائل کرنے اور خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کیلئے ان دو طریقوں کو اکثر مقامات پر استعمال کیا گیا ہے۔

پس انعاماتِ جنت کے بیان میں اسی حکمت کا اظہار نظر آتا ہے تا کہ ہمارے نفس میں ان انعامات کو سن کر لالچ پیدا ہو اور یہ لالچ اسے انسان کو اخروی تیاری میں بآسانی کامیابی حاصل ہو جائے۔ آیئے ہم بھی اس حکمتِ الٰہیہ سے فیضیاب ہونے کی سعادت حاصل کریں۔

۳......انعاماتِ اُخرویہ کی اقسام

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب و نیک بندوں کیلئے آخرت میں بے شمار انعامات تیار کئے ہوئے ہیں۔ان انعامات کی دو قسمیں ہیں۔

۱......جن کے بارے میں دنیا میں ہی خبر دے دی گئی ہے۔جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جنت کی عمارت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی، کنکریاں، موتی اور یاقوت کی ہیں اور اس کی مٹی زعفران کی بنی ہوئی زرد اور خوشبودار ہوگی جو کوئی اس میں داخل ہوگا، چین و آرام میں رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے گا، وہاں پر اسے کبھی بھی موت نہ آئے گی، نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے، نہ اس کی جوانی فنا ہوگی بلکہ وہاں پر ہمیشہ ہمیشہ جوان ہی رہے گا۔ (ترمذی)

۲......جنہیں فی الحال عام لوگوں کی نگاہوں اور خیالات سے پوشیدہ رکھا گیا ہے، دخولِ جنت کے بعد انکے بارے میں آگاہی ہوگی جیسا کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کیلئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کا کھٹکا ہوا۔ (مسلم)

٤......جنت کی سیر

جن نعمتوں کو اللہ تعالیٰ نے فی الوقت بیان نہ فرمایا انہیں بیان کرنا تو ممکن نہیں، ہاں جن کا تذکرہ قرآنِ عظیم میں کیا یا اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ حق ترجمان پر جاری فرمایا، ان کا مختصر بیان حاضرِ خدمت ہے۔

پہلی نعمت...... ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے کوئی مصیبت و تکلیف نہ پہنچے، نیز موجودہ نعمت کا زوال بھی پسند نہیں کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ جنت میں ان دونوں نعمتوں کو عطا فرمائیگا۔چنانچہ رحمتِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جو جنت میں جائیگا کبھی غمگین نہ ہوگا، نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ کبھی جوانی ختم ہوگی۔ (مسلم)

دوسری نعمت...... فطرتاً انسان صفائی پسند واقع ہوا ہے، نفیس طبیعت گندگی کو ناپسند کرتی ہے اگر بتقاضائے بشریت ہمیں چند قسم کی غلاظتوں کا سامنا کرنے پر مجبور نہ کیا گیا ہوتا تو ہم کبھی بھی اپنی مرضی سے ان چیزوں کی طرف مائل نہ ہوتے، اللہ تعالیٰ جنت میں اس کوفت سے بھی نجات عطا فرمادے گا۔ چنانچہ مخبرِ صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ جنتی جنت میں کھائیں پئیں گے لیکن نہ تو تھوکیں گے، نہ پیشاب وغیرہ کرینگے اور نہ ہی ناک صاف کرینگے۔صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! تو کھانے کے فضلات کس طرح خارج ہوں گے؟ فرمایا، ڈکار اور مشک کی طرح خوشبودار پسینے سے، ان کے ذریعے کھانے کے فضلات بدن سے خارج ہوجائیں گے۔ (مسلم)

تیسری نعمت......خوبصورتی اور جوانی کسے محبوب نہیں؟ اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے پیارے بندوں کو ان سے بھی محروم نہ فرمائے گا۔ چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنتی جنت میں جائیں گے تو ان کے بدن پر کہیں بال نہ ہوں گے اور چہروں پر داڑھی نہ ہوگی، ان کی آنکھیں قدرتی سرگیں ہوں گی اور ان کی عمریں تیس (۳۰) اور تینتیس (۳۳) سال کی ہوں گی۔ (ترمذی)

پیارے اسلامی بھائیو! ۳۰ یا ۳۳ کہنا راوی کی طرف سے ہے، عموماً احادیثِ مبارکہ میں جب اس قسم کے الفاظ آتے ہیں تو پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نہیں ہوتے بلکہ راوی سامعِ حدیث میں اپنے شک کا اظہار کرتا ہے گویا کہ وہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ یا تو سرکار نے یہ فرمایا تھا یا یہ۔ یعنی ان دونوں میں سے کوئی ایک ضرور تھا لیکن مجھے بالتخصیص یاد نہیں رہا۔

اب اس غیبی خبر پر ذرا سا غور فرمائیے اور چشمِ تصوُّر سے دیکھئے کہ جنت میں آپ کے والدین، دادا دادی، نانا نانی' نیز اگر آپ صاحبِ اولاد ہیں تو آپ کی زوجہ اور بچے سب کے سب ۳۰ یا ۳۳ سال کے ہوں گے' کیسا عجیب وغریب منظر ہوگا۔

چوتھی نعمت......دنیا میں عموماً اللہ تعالیٰ سے طلب شدہ چیز فوراً حاصل نہیں ہوتی، بلکہ بسا اوقات تو مشیتِ الٰہی کے سبب حاصل ہی نہیں ہوتی اور بالفرض اگر کوئی ایسا شخص مل جائے کہ جو مستجاب الدعوات ہو یعنی اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا قبول فرمالیتا ہو تو ہم اسے بیحد قابلِ رشک تصور کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اس پر اللہ کا بڑا انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے بندوں کو ردِّ خواہش کی بناء پر کوفت سے بھی دُور رکھے گا نیز وہاں اس معاملے میں ہر ایک قابلِ رشک ہوگا۔ چنانچہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت میں ادنیٰ مرتبہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس جنتی سے فرمائے گا، جو تیری مراد ہو مانگ۔ چنانچہ یہ جنتی جنتی اس کی مرادیں ہونگی مانگ ملے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیگا، جنتی تیری مرادیں تھیں تو نے مانگ لیں؟ عرض کریگا، یا ربِّ کریم! میں سب کچھ مانگ چکا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تیرے لئے وہ تمام چیزیں ہیں جن کی تو نے تمنا کی اور اتنی ہی چیزیں ہماری طرف سے اور بھی ہیں یعنی ایک تیرے مانگنے پر اور ایک ہم نے اپنی طرف سے شامل کر کے ان کو دوگنا کر دیا۔ (مسلم)

پانچویں نعمت...... وسیع وعریض مقام کا مالک ہونا ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے۔ پھر اگر اس مقام میں ایک خوبصورت گھر، نوکر چاکر، مرضی کے مطابق ساتھی اور دیگر زندگی کی آسائشیں بھی وافر مقدار میں ہوں تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ جنت میں جانے والوں کو یہ تمام چیزیں عطا کی جائیں گی۔ پھر چونکہ اس وسیع وعریض علاقے میں گھومنے والے پیدل چلیں گے یا سواری پر۔

اگر پیدل چلنا ہو تو ضروری ہے کہ ان جنتیوں کو اس طرح کا بنایا جائے کہ وہ طویل فاصلہ تھوڑے سے وقت میں طے کرسکیں، ورنہ تو تمام علاقہ گھومنے کیلئے بہت وقت درکار ہوگا اور اگر پیدل چلنا پسند نہ کریں تو سواری کا انتظام ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں بھی مسلمانوں کو مایوس نہ فرمائے گا۔ چنانچہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ ادنیٰ درجے کا جنتی وہ ہوگا کہ اس کیلئے ۸۰،۰۰۰ خدمت گزار ہوں گے اور ۷۲ بیویاں ہوں گی اور اس کے واسطے ایک خیمہ لگایا جائیگا جو موتی، زبرجد (ایک لکڑی کا نام ہے) اور یاقوت کا بنا ہوا ہوگا اور اس خیمہ کی لمبائی چوڑائی جابیہ سے لے کر صنعا تک ہوگی۔ (جابیہ: شام کا ایک شہر ہے اور صنعا: یمن کی ایک بستی ہے۔ ان میں بہت ہی دراز فاصلہ ہے۔)

☆ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا، جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں اگر کوئی سوار سو برس تک بھی چلے، تب بھی نہ طے کر پائے اور جنت میں جنتی کی کمان کی جگہ (یعنی معمولی سی جگہ) اس سے بہتر ہے، جس سورج پر طلوع یا غروب ہو۔ (بخاری ومسلم)

☆ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں کہ جس کا تنا سونے کا نہ ہو۔ (ترمذی)

☆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں گھوڑوں کا بہت شوقین ہوں' کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ مخبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا، اگر تو جنت میں داخل ہوا تو تجھ کو یاقوت کا بنا ہوا ایک گھوڑا دیا جائیگا، اس کے دو پر ہونگے پھر تجھ کو اس پر سوار کیا جائیگا اور پھر تو جس جگہ چاہے گا وہ تجھے اُڑا کر لے جائے گا۔ (ترمذی)

☆ ایک مرتبہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جنتی پرندہ جنتی کے دسترخوان پر خود بخود گر پڑے گا جو بغیر آگ اور دھوئیں کے بھنا ہوا ہوگا، جنتی اس میں اس قدر کھائے گا کہ اس کا پیٹ بھر جائے گا، بعد میں وہ پرندہ اُڑ جائے گا۔ (مجمع الزوائد)

☆ ایک مقام پر پیدل چلنے والوں کیلئے سہولت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا پھر جو ان سے متصل ہوں گے وہ آسمان کے تیز چمکدار تارے کی طرح ہوں گے ان میں سے کسی میں مخالفت یا بغض نہ ہوگا۔ ان میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی جو کہ بڑی آنکھوں والی حوریں ہیں ان حوروں کی پنڈلیوں کا گودا حسن کی وجہ سے ہڈی وگوشت کے اوپر دیکھے جاسکے گا (یعنی ان کا گوشت وہڈی سب نورانی ہونگے)۔

☆ یہ صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھیں گے، یہ نہ کبھی بیمار پڑینگے، نہ پیشاب وغیرہ کرینگے، نہ تھوکیں گے، نہ ناک صاف کرینگے، ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن لوبان اور پسینہ مشک ہوگا اور یہ اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی شکل پر ساٹھ گز بلند ہوں گے۔ (بخاری ومسلم)

سب سے عظیم نعمت...... بحیثیتِ مسلمان ہمارا ایک خدا اور اس کے کم وبیش ایک لاکھ چالیس ہزار انبیاء ومرسلین پر کامل ایمان ہے نیز ہم پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور اس اُمت کے اولیاء کرام رحمہم اللہ سے بھی حسنِ عقیدت کا تعلق مضبوط کیئے ہوئے ہیں۔ لیکن حیرت انگیز بات ہے کہ نہ تو ہم نے خدا کو دیکھا ہے اور نہ اس کے رسولوں میں سے کسی رسول کو، یونہی نہ تو صحابہ کرام کی زیارت کا شرف حاصل اور نہ ہی بیشمار اولیاءِ کرام رحمہم اللہ کے دیدار کی سعادت۔ لیکن پھر بھی ہمارے ایمان میں ذرّہ برابر بھی فرق پیدا نہیں ہوتا اور اِن شاءَ اللہ نہ کبھی ایسا ہوگا۔ لیکن کون ایسا بد بخت ہوگا کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور دیگر ذکر کردہ نفوسِ قدسیہ کی زیارت کی تڑپ موجود نہ ہو؟ یقیناً ہر مسلمان اپنے دل کو اس تمنا سے لبریز پائے گا۔

لیکن آہ! دنیا میں اس سعادت کو حاصل کرنا ہم جیسے گناہ گاروں کیلئے بے حد مشکل ہے۔ ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار تو ممکن ہی نہیں، خواب میں دیکھنا ممکن ہے تو ہم اس قابل کہاں؟ دیگر اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کا ظاہری و باطنی آنکھوں سے دیدار ممکن، لیکن یہاں بھی ہماری شامتِ اعمال آڑے آجاتی ہے۔ آخر یہ تمنا کس طرح پوری ہو؟ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قربان جایئے کہ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی یہ مسئلہ بھی حل فرمادیا۔ چنانچہ

مروی ہے کہ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اے سعید! میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تیری اور میری اسی طرح جنت کے بازار میں ملاقات کرائے اور ہم دونوں کو وہاں پر جمع کردے۔ حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیران ہو کر پوچھا، کیا جنت میں بازار بھی ہوگا؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہاں ضرور ہوگا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو اپنے اپنے عملوں کے مطابق جنت میں قیام پذیر ہوں گے۔ جس کے عمل زیادہ اور بہتر ہوں گے، ان کے درجے بھی اعلیٰ اور بلند ہوں گے۔ پھر ہر جمعہ کے روز ان لوگوں کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے اپنے مقام سے نکلیں۔ یہ لوگ حکم ملتے ہی اپنی منزلوں سے باہر نکلیں گے اور اپنے ربّ کرم کی زیارت سے شرف اندوز ہوں گے اور اس روز اللہ تعالیٰ اپنے لطف اور خاص عنایات سے انہیں مالا مال فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ جنت کے سب سے بڑے باغ میں لوگوں کو جمع ہونے کا حکم فرمائے گا، وہاں پر حسب حیثیت مختلف قسم کی کرسیاں لگائی جائیں گی۔ کچھ تو نور کی بنی ہونگی، کچھ یاقوت وزمرد کی اور کچھ سونے چاندی کی ہونگی۔ ہر جنتی اپنے اپنے درجے کے مطابق ان کرسیوں پر بیٹھے گا اور سب سے ادنیٰ درجے کے جنتی مشک اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے اور خوبی یہ ہوگی کہ ٹیلوں پر بیٹھنے والی قوم کو یہ خیال بھی نہ آئے گا کہ کرسیوں پر بیٹھنے والے ہم سے اعلیٰ درجے کے ہیں یا ہم؟ کیونکہ جنت میں ہر کوئی شخص اپنے اپنے مقام اور مرتبہ پر راضی ہوگا اور اس سے اونچے درجے کی خواہش بھی نہ کرے گا۔

اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں ضرور دیکھو گے۔ کیا تم سورج اور چودھویں رات میں چاند کے دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ میں نے عرض کی نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اسی طرح تم اپنے پروردگار کے دیکھنے میں شک نہ کرو گے اور اس مجلس میں کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ بلا واسطہ گفتگو نہ فرمائے اور آمنے سامنے بالکل بے حجاب تشریف فرما ہوگا۔ اسی اثناء میں ان پر ایک بادل آئے گا جس سے خوشبودار بارش برسے گی اور اس بارش کے درمیان ارشاد ہوگا کہ کھڑے ہوجاؤ اور آؤ اس چیز کی طرف جو میں نے تمہارے لئے تیار کر رکھی ہے اور جس چیز کو تمہارا دل چاہے بے تکلف لے لو۔ اس ارشاد کو سنتے ہی ہم ایک بازار میں آئینگے جس کے چاروں طرف فرشتے کھڑے ہونگے اور اس بازار میں ہم ایسی ایسی چیزیں دیکھیں گے کہ جو اس وقت تک نہ آنکھوں نے دیکھیں، نہ کانوں نے سنیں اور نہ کسی کے دل پر ان کا کھٹکا ہوا ہوگا۔ اس کے بعد ہماری پسند کی چیزیں ہمیں مفت دے دی جائیں گی۔ کیونکہ اس بازار میں خرید وفروخت نہ ہوگی اور اس بازار میں جنت والے ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ اس کے بعد ہم اپنے اپنے گھروں کو واپس جائیں گے تو ہماری عورتیں ہم سے ملاقات کر کے کہیں گے، تم اس قدر خوبصورت ہو کر کس طرح آگئے کہ جب تم ہمارے پاس سے گئے تھے تو اس وقت تم پر اتنا حسن و جمال نہ تھا۔ اس کے جواب میں ہم لوگ کہیں گے کہ آج ہم کو خدا تعالیٰ کے قرب کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

﴿ سبحان اللہ! سبحان اللہ! سبحان اللہ! ﴾

پیارے اسلامی بھائیو! ذرا غور تو فرمایئے کہ جس ربّ نے اس کائنات میں پیاری پیاری اور حسین ترین چیزیں پیدا فرمائیں کہ جن کو دیکھ کر بے اختیار تخلیق باری تعالیٰ کی عمدگی کے بارے میں زبان پر تعریفی کلمات جاری ہوجاتے ہیں، وہ ربّ خود کتنا پیارا ہوگا۔ پھر ذرا چشمِ تصوّر سے خود کو اس باغ میں موجود پایئے۔ سبحان اللہ! کیا دلکش منظر ہوگا۔ ایک طرف نگاہ اُٹھے گی تو آدم و نوح و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام تشریف فرما ہوں گے دوسری طرف دیکھیں گے تو ابراہیم و اسمٰعیل و یعقوب و اسحٰق علیہم السلام جلوہ افروز نظر آئیں گے اور جب ایک طرف نگاہ اُٹھے گی تو عالمِ وجد میں فوراً سجدہ ریز ہوجائے گی کیونکہ سامنے رحمتِ عالم، حبیبِ کبریا، شافع روزِ جزاء یعنی ہمارے پیارے آقا، مدنی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افروز ہوں گے۔ پھر ایک طرف نگاہ اُٹھے گی تو ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم جلوہ فرما ہونگے، تو دوسری جانب حضرتِ بلال و حسن و حسین و انس رضی اللہ عنہم نور برسا رہے ہونگے۔ پھر نگاہ آگے بڑھے گی تو امام اعظم و شافعی و مالک و احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم بیٹھے نظر آئینگے اور ذرا دوسری طرف دیکھیں گے تو معین الدین چشتی اجمیری، بہاؤ الدین نقشبند، شیخ شہاب الدین سہروردی اور سیّدنا غوثِ اعظم قدس سرہم کا دیدار ہوگا۔ غرض ہر طرف نور ہی نور برستا نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب بھائیوں سمیت ہر مسلمانوں کو یہ مناظر دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پیارے اسلامی بھائیو! یہاں تک کا بیان سننے کے بعد اپنے نفس سے سوال کیجئے کہ تو بھی ان نعمتوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے یا نہیں؟ اگر ہاں میں جواب دے تو اسے سمجھائیں کہ جب دنیا کے معمولی انعامات کے حصول کیلئے شدید محنت درکار ہوتی ہے تو یقیناً ان اُخروی دائمی نعمتوں کے حصول کیلئے اس سے کہیں زیادہ جدوجہد کی ضرورت ہے اور جب دنیا میں محنت سے جی چرانے والے کو انعام سے محروم ہونا پڑتا ہے تو آخرت کے معاملے میں سستی کے شکار کو ذِلت ورُسوائی کیوں نہ برداشت کرنی پڑے گی؟ لہٰذا تو بھی محنت کر' اُخروی ہمیشہ باقی رہنے والے انعامات حاصل کیلئے دنیا کے تھوڑے سے مزوں سے منہ موڑ لے اور اللہ تعالیٰ کی عبادات کی مشقت کو ان نعمتوں کو بار بار یاد کرنے کے ذریعے آسانی وسہولت میں تبدیل کرلے۔ تو تھوڑی سی ہمت کر' اللہ تعالیٰ کی رحمت خود آگے بڑھ کر سہارا دے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۲۱۔ العنکبوت:۶۹) اور پھر ایک وقت آئے گا کہ تو بھی ان لوگوں میں شامل ہوجائے گا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ بسنے کے باغات جن میں جائیں گے ان کے نیچے نہریں رواں انہیں وہاں ملے گا جو چاہیں۔ اللہ ایسا ہی صلہ دیتا ہے پرہیزگاروں کو۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۱۴۔ النحل:۳۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں سنجیدگی کے ساتھ آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

﴿ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہئے ﴾

۱......خوفِ خدا کا فائدہ

۲......خوفِ خدا کا دُرست مفہوم

۳......خوفِ خدا میں مبتلاء ہونا محبوبانِ باری تعالیٰ کی سنت ہے

۴......خوفِ خدا حاصل کرنے کے طریقے

۵......خوفِ خدا کی موجودگی کی علامات

۱......خوفِ خدا کا فائدہ

پیارے اسلامی بھائیو! اُخروی تیاری کی تکمیل کے خواہشمند مسلمان بھائیوں کو چاہیئے کہ اس سلسلے میں خوفِ خدا کی زیادتی کو سب سے زیادہ اہمیت دیں کیونکہ خوفِ خدا ایک ایسا عظیم عمل ہے کہ جس کی برکت سے نہ صرف انسان عبادات پر استقامت پذیر ہوجاتا ہے بلکہ مکمل طور پر گناہوں سے دُوری بھی حاصل ہوجاتی ہے۔

۲......خوفِ خدا کا درست مفہوم

اس سے پہلے کہ میں آپ کی خدمت میں خوفِ خدا کے حصول کے طریقے عرض کروں، بہتر محسوس ہوتا ہے کہ خوفِ خدا کا صحیح مفہوم واضح کردیا جائے۔ یاد رکھئے کہ جب خوفِ خدا کے حصول کی تلقین کی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک سے خوف محسوس کیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک تو ہم کر ہی نہیں سکتے اور جب ذات کا ادراک ہی نہیں ہوسکتا تو اس سے ڈرنا کس طرح ممکن ہے؟ بلکہ اس وقت مقصود یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے جواب میں سخت عذاب سے ڈرا جائے۔ چنانچہ اگر کوئی اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عذابات کا صحیح خوف پیدا کرنے میں کامیاب ہوجائے تو اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا کہا جائے گا۔

۳......خوفِ خدا میں مبتلاء ہونا محبوبانِ باری تعالیٰ کی سنت ہے

خوفِ خدا میں مبتلاء رہنا' اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے کی سنت ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے طریقے اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی اللہ عزَّ وجلّ کی بارگاہ میں مقبول ہونے کیلئے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عذابات کا خوف پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

اس پرفتن دَور میں جب کہ ہر طرف بےخوفی کا راج ہے۔ یقیناً اس نعمت کا حصول ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے لیکن جب کوئی بندہ اِخلاص کیساتھ اپنے ربّ عزَّ وجلّ کی امداد پر بھروسہ کرتے ہوئے کسی پاکیزہ چیز کے حصول کیلئے استقامت وحکمت سے کوشش کرے تو اسے ضرور ضرور کامیابی نصیب ہوتی ہے چنانچہ مایوس ہونے کے بجائے ہمیں خوفِ خدا کے حصول کے طریقوں پر غور کرنا چاہیئے چند طریقے میں بھی آپ کی خدمت میں عرض کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

٤......خوفِ خدا حاصل کرنے کے طریقے

خوفِ خدا حاصل کرنے کے چند طریقے ہیں، جنہیں بالترتیب عرض کرتا ہوں۔

فضائلِ خوفِ خدا کا بیان

کسی بھی چیز کے حصول کیلئے تیار ہونے کیلئے پہلے اس کے فائدوں کو جان لیا جائے تو عموماً خارجی و باطنی رُکاوٹوں سے نجات مل جاتی ہے۔ چنانچہ حصولِ خوفِ خدا کے سلسلے میں آسانی پیدا کرنے کیلئے پہلے اس کے چند فضائل سماعت فرمایئے:۔

☆ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے توحید کے سوا کوئی نیک عمل نہ کیا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میرے مرنے کے بعد مجھے آگ میں جلانا، یہاں تک کہ وہ مجھے راکھ بنا دے، پھر میری راکھ کو تیز ہوا کے دن دریا میں اُڑا دینا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر اس نے خود کو حق تعالیٰ کے قبضے میں پایا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے کس بات نے اس پر آمادہ کیا کہ تو اپنے ساتھ ایسا کرے؟ اس نے عرض کی کہ تیرے خوف نے۔ تو اس عذر کی بناء پر اس کو بخش دیا گیا حالانکہ اس نے کبھی بھی کوئی نیک عمل نہ کیا تھا۔ (بخاری)

☆ سلطانِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرے تمام مخلوق اس سے ڈرے گی اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا ڈر اس کے دل میں ڈال دے گا۔ (کنز العمال)

☆ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کے خوف سے کسی بندے کے بال اس کے جسم پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ خوفِ الٰہی کا خیال کرے تو اس کے گناہ اس کے بدن سے اس طرح گر پڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے۔ (مشکوٰۃ)

☆ مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے جس کی وفات قریب تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! مجھے اُمید بھی ہے اور گناہوں کی وجہ سے ڈرتا بھی ہوں۔ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مقام میں جب بھی یہ دو باتیں جمع ہوتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرماتا ہے جس کی وہ اُمید رکھتا ہے اور اس سے محفوظ رکھتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک عبادت گزار نوجوان مسجد میں عبادت کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی عبادت سے تعجب کیا کرتے تھے۔ اس نوجوان کا ایک بوڑھا باپ بھی تھا۔ یہ جوان روزانہ عشاء کی نماز کے بعد اپنے باپ کی خدمت کے واسطے جاتا۔ راستے میں ایک عورت اس پر فریفتہ ہوگئی اور ہر روز اس کو بلاتی اور چھیڑتی تھی۔ آخر کار ایک دن یہ نوجوان اس عورت کے بہکاوے میں آ گیا۔ چنانچہ اس عورت کے گھر کی طرف چلا گیا۔ جب دروازے پر پہنچا اور اندر جانے کا ارادہ کیا تو یہ آیت یاد آ گئی: بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۹۔ الاعراف: ۲۰۱) اور اس کے دل پر اللہ تعالیٰ کا اتنا خوف طاری ہوا کہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ جب کافی عرصہ گزر گیا تو اس کا باپ اسے ڈھونڈتا ہوا پہنچا اور اسے اُٹھوا کر گھر لے گیا۔ جب نوجوان ہوش میں آیا تو باپ نے کہا کہ سچ سچ بتا کہ کیا معاملہ ہے؟ تو نوجوان نے یہی آیت پڑھی، ایک چیخ ماری اور زمین پر گر کر مر گیا۔ لوگوں نے کفن وغیرہ دے کر اسے دفن کر دیا۔ صبح یہ واقعہ کسی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے عرض کیا۔ آپ اس کے باپ کے پاس تعزیت کیلئے گئے اور فرمایا کہ مجھے رات کو خبر کیوں نہ دی؟ اس نے عرض کی، رات کا وقت تھا اسلئے تکلیف کے خیال سے آپ کو خبر نہ دی۔ فرمایا، مجھے اس کی قبر کے پاس لے چلو۔ قبر پر پہنچ کر آپ نے یہ آیت پڑھی: اور جو اپنے ربّ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کیلئے دو جنتیں ہیں۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۲۷۔ الرحمٰن: ۴۶) نوجوان نے قبر سے دو بار جواب دیا، یا امیر المؤمنین! بے شک میرے ربّ کریم نے مجھے دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔ (شرح الصدور)

☆ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ حکمت نشان ہے کہ حکمت کی جڑ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ (شعب الایمان)

پیارے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا گناہوں کی مغفرت، عذابِ الٰہی سے نجات، جنت کی نعمتوں اور حکمت و دانائی کے حصول کا سبب بن جاتا ہے۔ اب آپ خود غور فرمائیں کہ جس صفت کی بناء پر اسقدر انعامات حاصل ہو رہے ہیں اس کے حصول کیلئے کوشش کرنا کتنی بڑی سعادت مندی ہے۔

اکابرینِ اسلام کے خوفِ خدا کے واقعات کا بیان

اپنے اسلافِ کرام کے خوفِ خدا سے متعلقہ واقعات بار بار پڑھیں یا سنیں، اس سے بھی مقصود کے حصول میں بے حد آسانی پیدا ہوتی ہے۔ چند واقعات میں بھی عرض کرتا ہوں۔

☆ حضرت مِسوَر ابن مُخرِمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قرآنِ پاک سن کر بے تاب ہو جاتے۔ ایک دن ایک اجنبی شخص نے جو آپ کی اس کیفیت سے واقف نہ تھا' آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی: جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۱۶۔ مریم: ۸۵) آپ نے سن کر فرمایا کہ میں پرہیزگاروں میں داخل نہیں، میں مجرموں میں داخل ہوں، اس آیت کو پھر پڑھو۔ اس نے دوبارہ پڑھی آپ نے ایک چیخ ماری اور جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔ (احیاء العلوم)

☆ شیخ عطا سلمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اللہ تعالٰی کے خوف کے باعث چالیس سال تک نہیں ہنسے اور نہ آسمان کی طرف دیکھا۔ ایک بار آسمان کی طرف دیکھ لیا تو دہشت کے مارے گر پڑے اور اس رات آپ نے اپنے چہرے پر کئی بار اس لئے ہاتھ پھیرا کہ کہیں میرا چہرہ سیاہ تو نہیں پڑ گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

☆ ایک مرتبہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پوری رات روتے رہے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تو صاحبِ تقویٰ بزرگوں میں سے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روتے ہیں؟ فرمایا، میں تو اس دن کیلئے روتا ہوں کہ جس دن مجھ سے کوئی ایسی خطا ہو گئی ہو کہ اللہ تعالٰی باز پرس کر کے یہ فرمادے کہ اے حسن! ہماری بارگاہ میں تیری کوئی وقعت نہیں اور ہم تیری پوری عبادت کو رد کرتے ہیں۔

☆ منصور بن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حج کے دوران کوفہ کی ایک گلی میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اندھیری رات میں کسی ضرورت سے نکلا کہ اچانک میں نے ایک گھر سے یہ دعا سنی کہ اے میرے خدا (عزّ وجل)! تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم! میں نے اپنے گناہوں کے ذریعے تیرا مقابلہ کرنے کی کوشش نہیں کی اور میں گناہوں کے کرتے وقت تجھ سے بے خبر بھی نہ تھا لیکن مجھ سے گناہ سرزد ہوگیا اور تیری ڈھیل دینے والی پردہ پوشی نے مجھے جرأت مند کردیا اور میری بدبختی نے گناہ پر میری مدد کی اور میں اپنی جہالت سے گناہوں میں مبتلا ہوگیا۔ اب میں تیرے فضل سے اُمید رکھتا ہوں کہ تو میرے عذر کو قبول فرمائے گا اور اگر تو نے میرے عذر کو قبول نہ فرمایا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو ہائے عذاب میں میرے غم کی درازی۔ جب وہ خاموش ہوا تو میں نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ ان پر سخت کرّے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۲۸۔التحریم:۶)

اس کے بعد میں نے ایک شدید چیخنے اور دھڑام سے گرنے کی آواز سنی اور اس کے بعد خاموشی طاری ہوگئی۔ پھر میں حاجت پوری کرکے گھر واپس آگیا۔ صبح میں اسی طرف گیا تو میں نے رونے کی آوازیں سنیں اور دیکھا کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ تعزیت کر رہے ہیں۔ اسی لمحہ ایک بہت بوڑھی عورت کو روتے ہوئے دیکھا، معلوم ہوا کہ یہ اس میت کی ماں ہے وہ کہہ رہی تھی، اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کے قاتل کو جزائے خیر نہ دے کہ اس نے میرے بیٹے پر ایسی آیت تلاوت کی کہ جس میں عذاب کا ذکر تھا، جب اس نے یہ آیت سنی تو ہیبتِ الٰہی کا اس کے دل پر غلبہ ہوا اور وہ مر کر گر پڑا۔ پھر میں نے اس رات اس لڑکے کو خواب میں دیکھا تو پوچھا، اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے جواب دیا کہ وہی جو اس نے شہدائے بدر کے ساتھ کیا۔ میں نے پوچھا، وہ کیسے؟ جواب ملا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کافروں کی تلوار سے شہید کیا اور مجھے اپنے خوف کی تلوار سے۔ (احیاء العلوم)

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے، کاش! میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ کبھی فرماتے، کاش! میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے۔ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک جانور کو بیٹھا ہوا دیکھا تو ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا تو کس قدر لطف میں ہے کہ کھاتا پیتا ہے، درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ سے کوئی حساب کتاب نہ لیا جائے گا۔ کاش! ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔ (تاریخ الخلفاء)

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر اوقات قرآنِ پاک کی آیت سن کر گر پڑتے اور بے ہوش ہو جاتے، کئی دن تک لوگ آپ کی عیادت کو آتے رہتے اور آپ فرماتے، کاش! عمر اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ ایک دن آپ اونٹ پر کہیں جا رہے تھے کہ کسی نے قرآنِ پاک کی عذاب کی آیت پڑھی تو آپ خوفِ الٰہی کے باعث اونٹ سے نیچے گر گئے اور لوگوں نے اُٹھا کر آپ کو گھر پہنچایا اور آپ پورے ایک مہینے بیمار رہے۔ (تاریخ الخلفاء)

خوفِ خدا رکھنے والوں کی صحبت اختیار کریں

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کریں کہ جو ہر معاملے میں اپنے رب کریم سے ڈرتے رہتے ہیں، اِن شاءَ اللہ کچھ عرصہ اس صحبت کو پابندی سے اختیار کرلیا جائے تو کامیابی ضرور ضرور قدم چومتی ہوئی نظر آئے گی۔

☆ کسی نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی کہ آپ ان لوگوں کی محفل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو اس میں عذاب آخرت سے اتنا ڈرتے ہیں کہ ہمارے دل ٹکڑے ہوجاتے ہیں۔آپ نے جواب دیا کہ آج ایسے لوگوں کی صحبت کی برکت سے کل تمہیں امن نصیب ہوگا اور یہ اس سے بہتر ہے کہ آج تمہارے ایسے ساتھی ہوں جو تمہیں بے خوف کردیں اور تم کل خوف میں مبتلا ہوجاؤ۔ (تذکرۃ الاولیاء)

عذابِ الٰہی کے بارے میں جانیں

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مطلب اس کی ذات سے ڈرنا نہیں بلکہ اس کے عذابات کا خوف ہے۔ لہٰذا اس کے عذابات کی معرفت خوف میں اضافے کا بہترین ذریعہ ثابت ہوگی۔اس کیلئے قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ کا سنجیدگی اور خوب غوروتفکر کے ساتھ مطالعہ کرنا بہت ضروری ہے۔

۵......خوف خدا کی موجودگی کی علامات

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان علامات کو بھی ذکر کر دیا جائے کہ جو خوفِ خدا کے حصول کے بعد کسی انسان میں واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہیں۔ ان علامات کے بیان کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہر شخص بخوبی جان لے گا کہ وہ واقعی اپنے ربّ کا صحیح خوف حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے یا فقط خوش فہمی اور دھوکے میں مبتلاء ہے۔ چنانچہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا دعویٰ کرے اسے چاہئے کہ دیانت داری کے ساتھ خود میں ان علامات کو تلاش کرے۔

☆ حقیقی خوفِ خدا رکھنے والا کسی بھی فرض یا واجب کردہ عبادت کو جان بوجھ کر ترک نہ کرے گا۔

☆ دانستہ کوئی بھی گناہ نہ کرے گا خواہ چھوٹا ہو بڑا اور چاہے اکیلا ہو یا گھر والوں اور بے تکلف دوستوں کے درمیان۔

☆ اگر کبھی بتقاضائے بشریت گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ میں بالکل دیر نہ کرے گا۔

☆ بروزِ قیامت اپنے گناہوں پر گرفت سے ڈرتا رہے گا۔

☆ اپنی موت کو بار بار یاد کرے گا۔

☆ صرف نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھے گا۔

اُمید ہے کہ ان علامات کو اپنی ذات میں تلاش کرنے کی سعادت حاصل کر لینے کی بناء پر ہمیں اپنا حساب وکتاب کرنے میں آسانی محسوس ہوگی۔ نیز معلوم ہوا کہ جو شخص عبادات سے جان چھڑانے، گناہوں کی کثرت کرنے، توبہ میں ٹال مٹول کو عادت بنالینے، قیامت کا ڈر محسوس نہ کرنے، موت کو بھول جانے اور برے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کو پسند کرنے کے باوجود خوفِ خدا کے حصول کا دعویٰ کرے وہ اپنے دعوے میں جھوٹا اور نفس وشیطان کے دھوکے میں گرفتار ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنا حقیقی خوف عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

﴿ دعوتِ دین کے تقاضے ﴾

۱.....تبلیغ دین اب ہماری ذِمہ داری ہے

۲.....نیکی کی دعوت کیلئے باعمل ہونا ضروری نہیں

۳.....نیکی کی دعوت کے مختلف احکام

۴.....نیکی کی دعوت کیلئے حکمت اختیار کرنا ضروری ہے

۵.....حکمت کی مختلف صورتیں

۶.....تقاضائے حکمت کی وجوہات

۷..... ان اُمور کے حصول کا طریقہ

۱......تبلیغِ دین اب ہماری ذمہ داری ہے

پیارے اسلامی بھائیو! انبیاء علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ موقوف ہونے کے بعد خدمتِ دین کی ذِمہ داری اب ہمارے نازک کاندھوں پر ڈال دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم کریں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۴۔ آل عمران:۱۰۴)

رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ پہنچادو میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

۲......نیکی کی دعوت کیلئے با عمل ہونا ضروری نہیں

مذکورہ آیت وحدیثِ مبارکہ پر غور فرمائیں تو بخوبی معلوم ہوگا کہ تبلیغِ دین کیلئے داڑھی، عمامہ والا یا مسجد کا امام وخطیب اور بہت زیادہ صاحبِ علم ہونا ضروری نہیں بلکہ ہر وہ مسلمان کہ جسے تھوڑا بہت بھی علم ہو اپنی معلوم شدہ بات کو آگے بڑھا سکتا ہے۔

۳......نیکی کی دعوت کے مختلف احکام

یہ بات بھی قابلِ حفظ ہے کہ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کی مختلف صورتیں ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ امر بالمعروف کی کئی صورتیں ہیں:۔

☆ اگر غالب گمان یہ ہے کہ ہم اسے کہیں گے تو وہ شخص بات مان جائے گا اور بری بات سے باز آجائے گا تو امر بالمعروف واجب ہے۔ اب ہمیں امر بالمعروف سے رُکنا جائز نہیں۔

☆ اور اگر غالب گمان یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی تہمت باندھے گا اور گالیاں دے گا تو ترک کرنا افضل ہے۔

☆ اور اگر معلوم ہو کہ ہمیں مارے گا اور ہم صبر نہ کرسکیں گے یا اس کی وجہ سے فتنہ وفساد پیدا ہوگا، آپس میں لڑائی ٹھن جائے گی، جب بھی چھوڑنا افضل ہے۔

☆ اور اگر معلوم ہو کہ مجھے مارے گا تو صبر کرلوں گا تو ایسے شخص کو برے کام سے منع کرے، اس صورت میں نیکی کا حکم کرنے والا یہ شخص مجاہد ہے۔

☆ اور اگر معلوم ہے کہ وہ مانے گا نہیں مگر نہ ہی ماریگا اور نہ گالیاں دیگا تو اسے اختیار ہے مگر افضل یہ ہے کہ امر بالمعروف کرے۔

ان صورتوں کو سامنے رکھ کر ہمیں ہر لمحہ اپنے اطراف میں برائی کرنے والوں پر غور کرتے رہنا چاہئے تاکہ اگر کسی موقع پر تبلیغِ دین واجب ہو تو گناہگار ہونے سے بچا جا سکے۔

٤......نیکی کی دعوت کیلئے حکمت اختیار کرنا ضروری ہے

یہ اصول بھی ہمیشہ ذہن نشین رہے کہ دعوتِ دین کیلئے حکمت اختیار کرنا بے حد ضروری ہے، ورنہ فائدے کے بجائے نقصان کا اندیشہ ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اپنے ربّ کی راہ کی طرف بلاؤ، پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۱۴۔النحل:۱۲۵)

٥......حکمت کی مختلف صورتیں

اس آیتِ پاک کے پیشِ نظر معلوم ہوا کہ نیکی کی دعوت' دعوت دینے والے سے حکمت کا تقاضا کرتی ہے۔اگر ایک سمجھدار انسان ذرا سا غور کرے تو اسے فوراً معلوم ہو جائے گا کہ اس مطلوبہ حکمت کی پانچ صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

(۱) علم دین کا حصول (۲) صبر و تحمل (۳) رضائے الٰہی کی نیت (٤) نرمی (٥) عمل کی دولت۔

٦......تقاضائے حکمت کی وجوہات

☆ علمِ دین کا حصول

نیکی کی دعوت دینے والے کیلئے علمِ دین کا حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ علم کے بغیر انسان نہ تو گناہوں کی معرفت حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی عبادات میں نقص و کمی کو جاننا ممکن ہے۔لہٰذا اس بے علمی کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جہالت کیساتھ نیکی کی دعوت دینے والا کبھی تو ایسی چیز کو گناہ قرار دے دیگا جو اصل میں نیکی ہے مثلاً نیاز یا میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانے یا غوثِ پاک کی گیارہویں کرنے کو حرام کہنا اور کبھی کسی کام کو نیکی بتائیگا حالانکہ وہ گناہ ہوگی۔مثلاً بسا اوقات جاہل حضرات زِندوں پر قیاس کر کے مُردے کے موئے زیرِ ناف مونڈنے کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں' حالانکہ یہ حرام ہے۔

☆ صبر و تحمل

نیکی کی دعوت دینے والے کیلئے اپنی ذات میں صبر و تحمل کی صفت پیدا کرنا بھی بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ بے صبر اور جلد غصے میں آجانے والا یا تو اس راہ میں آنے والی مشقتوں سے گھبرا کر بہت جلد راہِ فرار اختیار کرے گا یا کسی کی بے رُخی کے جواب میں سیخ پا ہو کر اسے اپنے آپ اور دین سے بدظن کر دے گا۔صبر کی برکات کس طرح سامنے والے کے دل کو اسیر کرتی ہیں' اس کا اندازہ اس بہترین روایت سے لگایئے۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ تعالٰی عنہ اور یہودی

مروی ہے کہ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پڑوس میں ایک یہودی رہا کرتا تھا۔اس یہودی کی چھت کا پرنالہ حضرت کے صحن کی جانب تھا۔ یہودی بغض وعناد میں اندھا ہوکر اپنے گھر کا تمام تر کچرا پرنالے کے ذریعے آپکے صحن میں گرا دیا کرتا۔ حضرت ایک طویل عرصے تک اس کی اس زیادتی کو صبر وتحمل سے برداشت فرماتے رہے لیکن کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے یہودی آپ کے اس صبر وتحمل سے بے حد متاثر ہوا اور آخرِ کار ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا کہ جناب ! آپکو میرے اس پرنالے سے کوئی تکلیف تو نہیں ہوتی ؟ آپ نے حسبِ سابق تحمل سے جواب دیا کہ جی ہاں ! تکلیف تو ہوتی ہے۔ اس نے اس نرم جواب پر حیران ہوکر دوبارہ عرض کی ، کیا آپ کو میری ان حرکات پر غصہ نہیں آتا ؟ آپ نے فرمایا، ہمارا ربّ عزّ وجل قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۴۔آل عمران:۱۳۴) اب تیری بات کا جواب یہ ہے کہ غصہ تو آتا ہے لیکن میں اسے پی لیتا ہوں تاکہ اس کے بدلے میں اپنے ربّ کا پیارا بن سکوں۔ یہ جواب سن کر یہودی کے دل کی دنیا بدل گئی اور بے اختیار اس کی زبان سے نکلا، واہ! آپ کا دین تو نہایت عمدہ ہے۔پھر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

پیارے اسلامی بھائیو! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ تعالٰی عنہ کے صبر نے کس طرح ایک یہودی کو مسلمان بنادیا' اگر آپ بھی ہماری طرح اس قسم کے موقع پر لڑائی جھگڑے، مار کٹائی سے کام لیتے تو یقیناً نتیجہ اس سے بالکل مختلف ہوتا۔

☆ رضائے الٰہی کی نیت

انسان کے قلب میں جتنا زیادہ اخلاص ہوگا، اس کے دینی کام اور زبان میں اتنی ہی برکت بھی زیادہ ہوگی۔ دنیاوی مفاد کیلئے دین کا کام کرنے پر کچھ نہ کچھ فائدہ تو حاصل ہو ہی جائیگا، لیکن دعوتِ دین والا یہ شخص آخرت میں انعام اور دنیا میں نیکی کی دعوت کی حقیقی برکات سے محروم رہے گا۔

ہمارے اکابرین اس معاملے میں حتی الامکان احتیاط سے کام لیا کرتے تھے۔ چنانچہ

ایک شخص حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس کوئی تحفہ لائے۔آپ نے اسے لینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تجھ سے یہ تحفہ نہیں لے سکتا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کبھی تو نے نے مجھ سے علم کی کوئی بات سیکھی ہو اور یہ تحفہ اس نیکی کا بدلہ بن جائے، نتیجتاً میں ثواب سے محروم ہوجاؤں گا۔اس نے عرض کی، حضور! میں نے کبھی بھی آپ سے علمِ دین نہیں سیکھا۔آپ نے فرمایا، ہاں یاد آیا تیرے بھائی نے مجھ سے علمِ دین سیکھا تھا۔ یہ کہہ کر اسے واپس لوٹا دیا۔ (کیمیائے سعادت)

☆ نرمی

نیکی کی دعوت سے مرضی کے مطابق نتیجہ حاصل کرنے کیلئے اپنے مزاج میں نرمی کا پیدا کرنا بھی لازم وضروری ہے۔ سامنے والے کو سختی سے بات سمجھانے پر اصلاح کے امکانات بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ ہاں یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ سختی کا سامنا کرنے والا دعوت دینے والے سے بیزار ہوجاتا ہے، بلکہ بسا اوقات تو اس کے اس خلافِ حکمت فعل کے باعث دین سے ہی دُور ہوجاتا ہے۔ اپنے گھروں میں دینی ماحول بنانے میں ناکامی اکثر اسی وجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ سختی ہمیشہ نقصان کا باعث نہیں ہوتی بلکہ کبھی کبھی اس کا فائدہ بھی ہوتا ہے، بلکہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بعض معاملات میں سختی کا حکم بھی فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ جب بچہ سات برس کا ہوجائے تو اسے نماز کی تلقین کرو اور جب دس برس کا ہوجائے تو مار کر پڑھاؤ۔ (ابوداوٗد)

یونہی گستاخانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دشمنانِ اسلام سے بھی نرم رویہ اختیار کرنا ممنوع ہے۔ لہٰذا نیکی کی دعوت دینے والے کو خوب سمجھداری سے غور کرنا ہوگا کہ کہاں بات نرمی سے سمجھانی چاہئے اور کہاں سختی سے کام لینا مناسب رہے گا۔

☆ عمل کی دولت

باعمل شخص کی بات جتنی موثر ہوتی ہے یقیناً بے عمل کے کلام میں وہ تاثیر ہرگز پیدا نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے کہ جب کوئی اسے اچھے کام کی تلقین کرتا ہے تو وہ سب سے پہلے نصیحت کرنے والے کی ذات میں اس بات کو تلاش کرتا ہے اگر دعوتِ پاکیزہ دینے والا اس پر عامل ہو تو اس کا دل نصیحت قبول کرنے کیلئے بہت جلدی تیار ہوجاتا ہے، اس کے برعکس اگر سامنے والا بے عمل ہو تو دل قبولِ حق سے صاف انکار کردیتا ہے۔ آجکل اولاد کے اپنے والدین اور اساتذہ کی بات نہ ماننے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اپنی زبان اور شخصیت کی تاثیر بڑھانے کیلئے عمل کو اپنے اوپر لازم کرلیں اور اس میں کسی قسم کی سستی کو قریب بھی نہ آنے دیں۔

۷......ان امور کے حصول کا طریقہ

پیارے اسلامی بھائیو! ان تمام امور کے حصول اور بعدِ حصول ان پر استقامت کیلئے دعوتِ اسلامی کے ماحول کے قریب آنا بے حد مفید رہے گا، کیونکہ ماحول کی برکت سے علمِ دین، اچھی صحبت اور ان کی برکت سے بے شمار گناہوں سے نجات اور لاتعداد نیک اعمال پر استقامت حاصل ہوجائے گی۔ اِن شاءَ اللہ آپ کا قریب آنا فقط فائدہ دِلوائے گا، کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حکمت کے ساتھ نیکی کی دعوت دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

﴿ عفوودرگزر ایک اچھی عادت ہے ﴾

۱......رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے بہترین اخلاق عطا کئے گئے

۲......اخلاقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنانے کی جانب اشارہ

۳...... پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک بہت پیاری عادتِ کریمہ

۴......اس عادت کے اختیار کرنے کا حکم

۵......عفوودرگزر پر کثیر ثواب کیوں؟

۶......قرآن وحدیث میں عفوودرگزر کے فضائل

۷......محاسبہ

۸...... معاف کرنے پر ثواب میں اضافہ کب......

۹......کب معاف کرنا جائز نہیں؟

١......رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سب سے بہترین اخلاق عطا کئے گئے

پیارے اسلامی بھائیو! اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جو کچھ عطا فرمایا وہ سب سے بہترین اور خوبصورت عطا فرمایا چنانچہ عادات واخلاق بھی سب سے بڑھ کر عطا فرمائے۔ارشادِ باری تعالٰی ہے:

اور بے شک تمہاری خُو بُو بڑی شان کی ہے۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۲۹۔القلم:۴)

٢......اخلاقِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنانے کی جانب اشارہ

اور پھر ان اخلاق وعادات کے اپنانے کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا:

بے شک تمہیں رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی پیروی بہتر ہے۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۲۱۔الاحزاب:۲۱)

جب اللہ تبارک وتعالٰی کی مرضی یہی ہے کہ اس کے بندے اس کے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ اپنانے کی سعادت حاصل کریں تو ہمیں بھی چاہئے کہ مشیتِ الٰہی کے مطابق خود کو رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنتوں کے سانچے میں ڈھال لیں تاکہ اللہ تعالٰی کی جانب سے مزید فیوض وبرکات کے مستحق بن سکیں۔

٣......پیارے آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایک بہت پیاری عادتِ کریمہ

آج میں آپ کی خدمت میں پیارے آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایک بہت ہی پیاری عادتِ کریمہ کے بارے میں چند باتیں عرض کرنے کی سعادت حاصل کروں گا' تاکہ جو اسلامی بھائی اس عادت کو اپنائے ہوئے ہوں وہ اس کے فضائل کے پیشِ نظر اس کی حفاظت میں شدت فرمائیں اور جو خدانخواستہ محروم ہوں اپنانے کی جانب مائل ہوجائیں۔

٤......اس عادت کے اختیار کرنے کا حکم

اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس عادتِ کریمہ کے اختیار کرنے کا حکم قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالٰی ہے:

اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیرلو۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۹۔الاعراف:۱۹۹)

اس آیتِ کریمہ میں تین چیزوں کی تلقین فرمائی گئی ہے، میں ان میں سے عفو ودرگزر کے بارے میں کلام کا شرف حاصل کروں گا۔

۵......عفو و درگزر پر کثیر ثواب کیوں؟

پیارے اسلامی بھائیو! کسی کے ظلم وتشدد و برائی کے جواب میں درگزر سے کام لینا بلا شک ایک مشکل ترین کام ہے۔ کیونکہ ہمارے نفس کی فطرت ہے کہ یہ انتقام پسند واقع ہوا ہے، جب کہ معاف کردینا اس کے مزاج کے خلاف ہے۔ چنانچہ جب انسان اپنے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پرعمل پیرا ہوتے ہوئے عفوودرگزر سے کام لیتا ہے تو اسے اپنے نفس کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس مخالفت کے زور کو توڑنے کیلئے اسے اپنے آپ سے لڑنا پڑتا ہے اور یقیناً اس لڑائی جھگڑے میں بے حد تکلیف محسوس ہوتی ہے اور جب بندہ اس تکلیف پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازے اس پر کھل جاتے ہیں کیونکہ جو نیک عمل نفس پر جتنا زیادہ گراں واقع ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو اتنا ہی زیادہ پیارا ہوتا ہے۔

٦......قرآن و حدیث میں عفو و درگزر کے فضائل

یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں اس کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۴۔آل عمران:۱۳۴)

رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی کئی مقامات پرعفوودرگزر کی فضیلت کی جانب واضح ارشاد فرمایا۔ چنانچہ

☆ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے، معاف کرنے سے بندے کی عزت ہی بڑھتی ہے، لہٰذا معاف کرنا اختیار کرو اللہ تمہیں عزت دے گا۔ (مشکوٰۃ)

☆ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا، بروزِ قیامت ایک منادی ندا دے گا کہ جن کا اجر اللہ کے ذِمے ہے وہ کھڑے ہو جائیں اور جنت میں چلے جائیں۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا، لوگوں کو معاف کردینے والے۔ (احیاءالعلوم)

☆ ایک مقام پر فرمایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی یا الٰہی! تجھے اپنے بندوں میں سے کون سا بندہ زیادہ عزیز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، وہ بندہ جو قدرتِ انتقام کے باوجود معاف کردے۔ (احیاءالعلوم)

☆ ایک اور جگہ ارشاد ہوا، جو شخص کسی مسلمان کی خطا سے درگزر کرے گا اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اس کی خطاؤں کو معاف فرمائے گا۔ (احیاءالعلوم)

۷......محاسبہ

پیارے اسلامی بھائیو! ان فضائل کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنے بارے میں ضرور غور کرنا چاہئے کہ ہم بھی ان برکات کو حاصل کرنے کیلئے عفوودرگزر کی سنت پر عامل ہیں یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہو تو خدا کا شکر ادا کر کے عادت کو مزید پختہ کرنے کی کوشش جاری رکھیں اور اگر محرومی محسوس ہو تو پھر آج ہی سے پختہ ارادہ فرمالیں کہ اِن شاءَ اللہ عزّوجل بہت جلد خوب ہمت کے ساتھ اسے اپنانے کیلئے عملی قدم ضرور اُٹھالیں گے۔

۸......معاف کرنے پر ثواب میں اضافہ کب......

یہ یادرکھنا بھی مفید رہے گا کہ معاف کرنا جتنا زیادہ نفس پر دُشوار ہوتا جائے گا اس کا ثواب بھی اتنا ہی زیادہ بڑھتا چلا جائے گا۔ مثلاً

☆ موڈ اچھا ہے، اب کسی نے غلطی کی...... یا...... تھوڑا بہت نقصان کیا...... یا...... اکیلے میں کسی نے زیادتی کی ہے...... یا...... برائی کرنے والے نے ہماری کسی غلطی پر پہلے کبھی ہمیں معاف کیا تھا...... یا...... اس نے کوئی احسان کیا ہوا ہے...... تو ان سب صورتوں میں معاف کرنا آسان ہے۔

اس کے برعکس ہمارا موڈ پہلے ہی کسی بات پر بگڑا ہوا تھا اب کسی نے غلطی کی...... یا...... کوئی بہت بڑا نقصان پہنچا دیا...... یا...... سب کے سامنے کوئی ظلم وزیادتی کی...... یا...... اس نے پہلے کبھی ہمیں معاف نہیں کیا تھا اور نہ ہی کوئی احسان وغیرہ کیا ہے تو اب معاف کرنا یقیناً بہت مشکل محسوس ہوگا۔

۹......کب معاف کرنا جائز نہیں؟

بسا اوقات سامنے والے کی غلطی سے درگزر نہ کرنا ہی باعثِ ثواب ہوتا ہے مثلاً کسی نے ہمارے سامنے اللہ تعالٰی یا اس کے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کردی...... یا...... گھر والے کسی گناہ کو مسلسل کر رہے ہوں...... یا...... کسی عبادت میں کوتاہی کی عادت میں مبتلاء ہوگئے ہوں وغیرہ وغیرہ تو ان صورتوں میں درگزر باعثِ ہلاکت ہوگا نہ کہ سنت۔

اللہ تعالٰی ہمیں صحیح مواقع پر عفوودرگزر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰہ

پانچ سے پہلے پانچ

۱......ایک عظیم نصیحت

پیارے اسلامی بھائیو! آج میں آپ کی خدمت میں نصیحت سے بھرپور ایک ایسی حدیثِ پاک عرض کررہاہوں کہ جس پرعمل پیرا ہونے کی سعادت، حقیقتاً صرف سعادت مندوں کا حصہ ہے۔ کاش! ہم بھی اس سعادت مندی سے حصہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں۔

ہمارے پیارے آقا، مدنی مصطفیٰ، حبیبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کونصیحت کرتے ہوئے ارشادفرمایا کہ پانچ سے پہلے پانچ چیزوں کوغنیمت جانو......تندرستی کو بیماری سے پہلے، مالداری کوتنگ دستی سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، فراغت کومصروفیت سے پہلےاورزندگی کوموت سے پہلے۔ (ترمذی شریف)

۲......مذکورہ فرمان میں پوشیدہ حکمت اور ہمت کے حصول کا طریقہ

پیارے اسلامی بھائیو! اس حدیثِ پاک کوسن کراب ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ مذکورہ پانچ چیزوں کوغنیمت جاننے کی حکمت جاننے کی بھی کوشش کریں تاکہ مکمل طور پراستفادہ کی سعادت حاصل ہوسکے۔ چنانچہ

☆ تندرسی کو بیماری سے پہلے غنیمت جاننے میں حکمت

انسان حالتِ صحت میں جوکام سرانجام دے سکتا ہے یقیناً بیماری میں انکو پایۂ تکمیل تک پہنچانا بہت مشکل ہے بلکہ اگر مرض شدید ہو توبسا اوقات وہ کسی کام کے قابل ہی نہیں رہتا اور بعض اوقات تو یوں بھی ہوتا ہے کہ مبتلائے مرض ہونے کے بعد انسان کو کسی نیک اعمال کی توفیق ہی نہیں ملتی کیونکہ یہ مرض دنیا سے رُخصتی کاپروانہ دِلوا کر ہی جان چھوڑتا ہے۔

لہٰذا نیک اعمال کے معاملے میں بھی صحت کوغنیمت تصوُّر کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا ذخیرہ اکٹھا کرنے کی کوشش کرتے رہنی چاہئے تاکہ اگراچانک کوئی بیماری حملہ آور ہوجائے توبسترِ مرگ پر بے بسی کے ساتھ لیٹے ہوئے پچھتاوے کا شکار نہ ہوناپڑے۔

یوں ہی اگرکوئی بدنی عبادت مثلاً نمازیاروزہ وغیرہ کی قضاذِمہ میں لازم تھی تواب بیماری کی وجہ سےان کی ادائیگی سے محروم ہوکر ان کاوبال سرپرلےکرجاناپڑے گا۔

ان تمام امور کےعلاوہ ایک حکمت یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ چونکہ حالتِ صحت عموماً غفلت کاسبب بنتی ہے،لہٰذاآپ نے اس غفلت سے بیداری کی خاطرخاص طور پراس کے بارے میں ارشادفرماناپسندفرمایا۔

﴿ اس معاملے میں عمل کی ہمت حاصل کرنے کا طریقہ ﴾

اس کیلئے بہتر ہے کہ انسان کبھی کبھار اسپتال میں جاکر مریضوں کو دیکھنے اور اپنی صحت پر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے سفرِ آخرت کیلئے زادِراہ اکٹھاکرنے میں سنجیدگی اختیارکرے۔

☆ مالداری کو تنگ دستی سے پہلے غنیمت جاننے میں حکمت

فی نفسہٖ مال کوئی بری چیز نہیں، کیونکہ اس کے ذریعے بے شمار نیک کام سرانجام دے کر اُخروی لحاظ سے عظیم الشان خزانہ جمع کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے اس مال کو اپنی راہ میں خرچ کرنے کے بدلے میں بے شمار ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اُگائیں سات بالیں، ہر بال میں سودانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کیلئے چاہے۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۳۔البقرۃ:۲۶۱)

بلکہ بعض نیک اعمال کیلئے تو اس کی موجودگی لازم وضروری ہے، ورنہ انسان کبھی بھی ان کے ارتکاب کی سعادت حاصل نہیں کرسکتا۔ مثلاً فی زمانہ حج، عمرہ اور قربانی وغیرہ۔ چنانچہ جب من جانب اللہ تعالیٰ یہ نعمت حاصل ہو تو اسے آخرت کیلئے عظیم الشان ذخیرہ بنانے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ بسا اوقات ناگہانی آفات کی بناء پر اچانک مال و دولت سے محروم ہونا پڑ جاتا ہے اور اس محرومی کے بعد شدید خواہش کے باوجود پھر مال سے وابستہ نیک اعمال کی توفیق حاصل نہیں ہو پاتی اور پھر سوائے پچھتانے کے اور کچھ نہیں کیا جاسکتا۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ مالی عبادات فرض یا واجب ہوگئیں تھیں لیکن مال کی موجودگی کے وقت ان کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتے رہے پھر جب اچانک مال ہاتھ سے نکل گیا تو اب فکر لاحق ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جاکر کس طرح حساب وکتاب دیا جائے گا۔ چونکہ ادائیگی پر قدرت تو حاصل نہیں۔ لہٰذا اب ہمہ وقت اُخروی گرفت کا خوف راتوں کی نیند حرام کرتا رہے گا۔

ان تمام اُمور کے علاوہ ایک حکمت یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ چونکہ مال و دولت کی فراوانی عموماً غفلت کا سبب بنتی ہے۔ لہٰذا آپ نے اس غفلت سے بیداری کی خاطر خاص طور پر اس کے بارے میں ارشاد فرمانا پسند فرمایا۔

﴿ اس معاملے میں عمل کی ہمت حاصل کرنے کا طریقہ ﴾

ایسے لوگوں کا گہری نظر سے مشاہدہ کریں کہ جن کے پاس پہلے مال تھا لیکن پھر کسی سبب سے ان پر تنگدستی طاری ہوگئی اور اب وہ فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوتاہی اور کثیر نیک اعمال سے محرومی پر کفِ افسوس ملتے نظر آتے ہیں۔ نیز ان لوگوں کو بھی بغور دیکھیں کہ جو صحیح وقت پر اور صحیح مقام پر مال کو خرچ کرنے کی بناء پر نہایت مطمئن وخوش وخرم ہیں اور اُخروی لحاظ سے کوئی اندیشہ ان کی راتوں کی نیندیں برباد نہیں کرتا۔

☆ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جاننے میں حکمت

چونکہ جوانی میں عموماً نفسانی خواہشات کا غلبہ رہتا ہے جس کے باعث نیکیوں پر استقامت اور گناہوں سے دُوری کا حصول بے حد مشکل تصور کیا جاتا ہے نیز بڑھاپا طاری ہونے کے بعد انسان جوانی میں بآسانی ادا کی جانے والی عبادت کی مثل عبادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص طور پر جوانی کو بڑھاپے سے قبل غنیمت جاننے کا حکم ارشاد فرمایا۔

پھر بسا اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ جوانی میں عبادات میں کوتاہی سرزد ہوئی تھی اور اب بڑھاپے میں موجودہ عبادت کو ادا کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تو سابقہ حساب و کتاب کس طرح چکا سکتا ہے؟ انجام کار یہ ہوتا ہے کہ کثیر عبادات کے معاملے میں کی گئی کوتاہیوں کا بوجھِ عظیم لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچنا پڑتا ہے۔

فی زمانہ اکثر مقامات پر یہ منظر بآسانی دیکھا جاسکتا ہے کہ کئی حضرات بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھنے کے باوجود مختلف قسم کے کھیلوں اور دیگر حرام کاموں میں سامانِ لذت تلاش کرنے کی کوشش میں مصروفِ عمل ہوتے ہیں۔ جوانی تو پہلے ہی غفلت میں ضائع کر دی، بڑھاپے میں بھی توفیقِ خیر حاصل نہیں ہوئی، تو اب زندگی کے اور کون سے لمحات ایسے ملیں گے کہ جن میں آخرت کی تیاری ممکن ہو سکے۔ ان تمام اُمور کے پیشِ نظر رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ تلقین ارشاد فرمائی۔

﴿ اس معاملے میں عمل کی ہمت حاصل کرنے کا طریقہ ﴾

اس کے کئی بہترین طریقے ہیں۔ مثلاً

☆ اپنے اطراف میں باعمل، عبادات پر مستقیم اور گناہوں سے کنارہ کشی کرنے والے نوجوانوں کو بار بار دیکھیں، کیونکہ نفس عموماً اس بات کو ذہن نشین کروانے کی کوشش کرتا ہے کہ جوانی میں باعمل بننا، پابندی سے نیکیاں کرنا اور مکمل طور پر گناہوں سے بچنا بے حد مشکل ہے۔ لیکن جب مذکورہ اوصاف کے حامل نوجوانوں کا دیدار کیا جائے تو نفس کے اس خیالِ فاسد کا فساد جاننا آسان ہو جاتا ہے۔

☆ مذکورہ اوصاف کے حامل نوجوانوں کی صحبت اختیار کریں کہ اچھوں کی صحبت انسان کو اچھا بنا دیتی ہے۔

☆ ایسی روایات کا مطالعہ کرے کہ جن میں خصوصاً جوانی میں عبادت اختیار کرنے پر عظیم انعامات کی بشارت دی گئی ہو۔ مثلاً پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سات اشخاص بروزِ قیامت عرش کے سائے میں ہوں گے جب کہ کہیں بھی سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ نوجوان جو ابتدائے جوانی سے ہی عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو جائے۔ (مشکوٰۃ)

☆ اپنے اطراف میں بے بسی اور پریشانی کی زندگی گزارنے والے بوڑھے حضرات کو بار بار دیکھیں اور خود سے سوال کریں کہ اگر جوانی ضائع کر کے بڑھاپے میں یہ ہی حال ہوا تو پھر آخرت کی تیاری کس طرح ممکن ہے؟

☆ فراغت کو مصروفیت سے پہلے غنیمت جاننے میں حکمت

بسا اوقات انسان کے پاس بہت سے نیک اعمال کرنے کیلئے کثیر وقت موجود ہوتا ہے لیکن سستی، غفلت اور دیگر فضول کاموں میں مشغولیت اس راہ میں آڑے آجاتی ہے اور انسان آئندہ ہمت و وقت ملنے کے بارے میں خوش فہمی میں مبتلاء ہوکر موجودہ ساعتوں کی برکات سے خود کو محروم کروالیتا ہے۔ پھر جب وہ آئندہ آتا ہے کہ جس کے بارے میں خواب دیکھے گئے تھے تو کثیر مصروفیات اسے اپنے گھیرے میں لے لیتی ہیں، جن کے باعث دیگر عبادات تو کیا حاصل کرتا، بلکہ ان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے کہ جن پر اس سے پہلے کبھی کبھار عامل ہوا کرتا تھا۔

اگر اس کا عملی نمونہ دیکھنا ہو تو کسی طالبِ علم کے دَور سے گزرنے والے نوجوان اور اس کے بعد نوکری، کاروبار اور رشتۂ ازواج میں وابستہ ہوجانے والے اشخاص کا بغور مشاہدہ فرمائیں۔

انہی اُمور پر توجہ دِلوانے کیلئے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا تلقین ارشاد فرمائی تاکہ جو اُمتی خود ان باتوں کا مشاہدہ کر کے عبرت حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو وہ اس فرمانِ عالیشان کی برکت سے اس مقصود کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے۔

﴿ اس معاملے میں عمل کی ہمت حاصل کرنے کا طریقہ ﴾

اس کیلئے ایسے افراد کی صحبت میں رہنے کی کوشش فرمائیں کہ جو اپنا کوئی بھی لمحہ ضائع نہیں کرتے۔ اگر صحبت میسر نہ ہوسکے تو کم ز کم ان کے عمل کا بار بار مشاہدہ کریں تاکہ خود میں بھی وقت کی قدر کرنے کا جذبہ بیدار ہوسکے۔ نیز ایسے افراد کہ جنہوں نے اپنے وقت کو صحیح اور بروقت استعمال کرکے ترقی و کامرانی حاصل کی ان کے حالاتِ زندگی کا بغور مطالعہ فرمائیں اور ان کی جہدِ مسلسل کو اُخروی تیاری کے سلسلے میں مشعلِ راہ بنائیں۔ خصوصاً اپنے اکابرینِ کرام رضی اللہ عنہم کے حالاتِ زندگی ضرور پڑھیں۔

☆ زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جاننے میں حکمت

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کیلئے اُخروی تیاری کے سلسلے میں ایک حد مقرر فرمائی ہے۔ اس حد کے بعد کوئی بھی شخص اپنی ذاتی محنت سے اس سعادت کو حاصل نہیں کر سکتا بلکہ اس معاملے میں دوسروں کا محتاج ہوتا ہے اور وہ حد موت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے علاوہ دیگر حضرات عموماً خوابِ غفلت میں گرفتار رہتے ہیں، جس کا واضح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب دُنیا میں نیک اعمال سے دُور رہ کر موت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو نہ صرف سابقہ زندگی پر شرمندگی وندامت دامن گیر ہو جاتی ہے بلکہ آئندہ حالات کے بارے میں شدید خوف بھی جان نہیں چھوڑتا۔ اب خود تو کچھ کرنے پر قادر نہیں رہتے۔ لہٰذا دنیا میں موجود لوگوں کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے نیکیوں کی بھیک کی اُمید میں برزخی زندگی کے دن گن گن کر گزارنا شروع کر دیتے ہیں۔ اب اگر کسی محبت کرنے والے کو توفیق ہوگئی تو کچھ نیکیاں ایصال ثواب کے ذریعے ان کے نامۂ اعمال میں پہنچا دیتا ہے ورنہ عام لوگوں کے ایصالِ ثواب پر ہی گزارا کرنا پڑتا ہے اور بسا اوقات تو وہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔

حضرت صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شبِ جمعہ کو جامع مسجد کی طرف جارہا تھا تاکہ صبح کی نماز وہاں پڑھوں۔ چونکہ صبح ہونے میں ابھی دیر تھی چنانچہ میں راستے میں ایک قبرستان میں داخل ہو کر ایک قبر کے پاس بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی میری آنکھ لگ گئی' میں نے دیکھا کہ سب قبریں پھٹ گئی ہیں اور ان میں سے مُردے باہر نکل کر آپس میں ہنسی خوشی باتیں کر رہے ہیں۔ اتنے میں ایک نوجوان بھی قبر سے باہر نکلا' اس کے کپڑے میلے تھے، وہ غمگین حالت میں ایک جانب بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر میں آسمان سے بہت سے فرشتے اُترے جن کے ہاتھوں میں تھال تھے جن پر نورانی رومال ڈھکے ہوئے تھے۔ وہ ہر مُردے کو تھال دیتے جاتے تھے اور جو مردہ تھال لیتا، وہ اپنی قبر میں واپس چلا جاتا۔ جب سب تھال لے چکے تو وہ نوجوان خالی ہاتھ قبر میں واپس جانے لگا تو میں نے اس نوجوان سے دریافت کیا کہ تمہارے غمگین ہونے کی کیا وجہ ہے اور یہ تھال کیسے تھے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ تھال ان ہدیوں کے تھے جو زندہ لوگوں نے اپنے مردوں کو ایصالِ ثواب کیا۔ میرا ایک ماں کے علاوہ کوئی نہیں جو ہدیہ بھیجے گا اور خود ماں بھی دنیا میں پھنس کر رہ گئی ہے۔ اس نے دوسری شادی کر کے اپنی مشغولیت بڑھالی ہے، اب وہ مجھے یاد نہیں کرتی۔

میں نے اس سے اس کی ماں کا پتا معلوم کیا اور دوسرے دن جا کر اسے پردے میں بلا کر تمام معاملہ بیان کیا۔ اس عورت نے کہا کہ بے شک وہ میرا بیٹا تھا، میرا لختِ جگر تھا۔ پھر اس نے مجھے ہزار دِرہم دیئے اور کہا کہ یہ میرے بیٹے کی طرف سے صدقہ کر دینا اور میں آئندہ ہمیشہ اسے دعا و ایصالِ ثواب میں یاد رکھوں گی۔

میں نے حسبِ ہدایت وہ رقم نوجوان کی طرف سے صدقہ کر دی۔ کچھ عرصہ بعد میں نے خواب میں اس مجمع کو اسی طرح دیکھا۔ اب کی مرتبہ وہ نوجوان بھی اچھی پوشاک پہنے ہوئے خوش تھا، وہ تیزی سے میری جانب آیا اور کہنے لگا کہ اے صالح! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپ کا ہدیہ مجھ تک پہنچ گیا۔ (روض الریاحین)

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے زندگی کی قدر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا کہ بعدِ موت نہ تو انسان نیک اعمال پر قادر رہتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اور بندوں میں سے کسی کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق مل سکتی ہے۔ لہٰذا مذکورہ نصیحت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے موت سے پہلے پہلے نیکیوں پر استقامت کیساتھ ساتھ سابقہ گناہوں سے توبہ اور تمام حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا بیحد ضروری ہے۔

﴿ اس معاملے میں عمل کی ہمت حاصل کرنے کا طریقہ ﴾

اس کیلئے ایسے مسلمان بھائیوں کی صحبت میں رہنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ جو اپنا کوئی بھی لمحہ ضائع نہیں کرتے اور اپنی آخرت کے بارے میں فکرمند رہتے ہیں۔ نیز اپنے اسلافِ کرام کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ بھی اس معاملے میں بے حد معاون ثابت ہوگا۔ اس کے علاوہ ایسے واقعات بار بار پڑھیں کہ جن سے مرجانے والے غافل حضرات کی بے بسی عیاں ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں خوابِ غفلت سے جاگنے اور خصوصاً اس نصیحتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

۱......بری خصلت عذابِ الٰہی کا سبب

پیارے اسلامی بھائیو! بعض خصلتیں اور عادتیں ایسی ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت ناپسند فرماتے ہیں۔ان مذموم عادتوں کے بارے میں غور وتفکر کرتے ہوئے خود کو ان سے دُور یا محفوظ رکھنے کی کوشش سعادت مندوں کا حصہ ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ جو خصلت ناپسند فرمائے اور اس کی موجودگی اس کی ناراضگی سبب بنے تو اکثر اس کا نتیجہ عذابِ الٰہی کا سامنا کرنے کی صورت میں ہی نکلتا ہے۔

آج میں آپ کی خدمت میں ایک ایسی ہی عادتِ بد کے بارے میں کچھ عرض کرنے کی سعادت حاصل کروں گا کہ جس کی ہماری ذات میں موجودگی ہمارے لئے باعثِ ہلاکت وسببِ ندامت بن سکتی ہے اور وہ قبیح ومذموم عادت '**بخل**' ہے۔

۲......بخل کی تعریف

بخل یہ ہے کہ انسان حاجت وضرورت کے مقام پر بھی موجودہ چیز کو استعمال نہ کرے، چاہے وہ چیز مال ہو یا علم دین یا کچھ اور۔ مثلاً اپنی ضرورت سے زیادہ مال موجود ہے،لیکن اس کے باوجود کسی ضرورت مند کو نہ دینا، یا حالتِ بیماری وغیرہ میں اپنی یا اپنے گھر والوں کی ذات پر مال کی محبت کی بناء پر کچھ خرچ نہ کرنا چاہے تکلیف کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو وغیرہا۔

۳......بخل کی مذمت

اگر قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو بے شمار مقامات پر بخل کی قباحت کو مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی، ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کیلئے برا ہے، عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا، قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۴۔ آل عمران:۱۸۰) اور پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی مقامات پر اس کی مذمت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

☆ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بخل سے بچو' کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ بخل سے ہی ہلاک ہوئے اور بخل نے ہی انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ لوگوں کو قتل کریں اور حرام کو حلال سمجھیں۔ (احیاءالعلوم)

☆ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم سمجھتے ہو کہ بخیل کا گناہ معاف کر دیا جائیگا اور ظالم کا گناہ معاف نہ ہوگا؟ حالانکہ ظلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخل سے بہتر ہے۔ حق تعالیٰ اپنی عزت وجلال کی قسم فرماتا ہے کہ کسی بخیل کو جنت میں نہیں جانے دوں گا۔

☆ سلطانِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے کہ ایک ایماندار میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں کہ وہ بخیل اور بداخلاق ہو۔ (ترمذی)

☆ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سخی آدمی اللہ تعالیٰ کے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے اور دوزخ سے دُور ہے۔ بخیل آدمی اللہ تعالیٰ سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، جنت سے دور ہے اور دوزخ سے قریب ہے۔ (ترمذی)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے بندے کے فائدے کی خاطر انعامات عطا فرماتا ہے، جس نے ان انعامات میں بندوں پر بخل سے کام لیا، اللہ تعالیٰ ان انعامات کو بدل کر یعنی اس سے چھین کر دوسرے کو عطا فرمادے گا۔ (حلیۃ الاولیاء)

☆ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبردار فرمایا کہ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے۔ جو سخی ہوا اس نے اس درخت کی شاخ پکڑلی، وہ شاخ اسے نہ چھوڑے گی' حتیٰ کہ اسے جنت میں داخل کردے اور بخل آگ میں ایک درخت ہے، جو بخیل ہوا اس نے اس کی شاخ پکڑی، وہ اسے نہ چھوڑے گی' حتیٰ کہ آگ میں داخل کرے گی۔ (کنزالعمال)

مذکورہ آیات واحادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بخل بروزِ قیامت ذِلت ورُسوائی، عذابِ الٰہی میں گرفتاری، جنت سے محرومی، کمینے پن اور دوزخ میں دخول کا سبب ہے۔

بخل کس طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محرومی کا سبب بنتا ہے، اس کا اندازہ اس روایت سے لگایئے کہ

ایک مرتبہ ایک غریب آدمی ایک بخیل مالدار آدمی کے پاس اپنی حاجت لے کر آیا اور عرض کی کہ مانگنے سے تو مجھے خود نفرت ہے مگر کیا کروں کہ بچوں پر تین فاقے گزر گئے ہیں، مجبور ہو کر آپ کے دروازے پر آیا ہوں۔ خدا (عزّ وجل) کیلئے میری مدد فرمایئے آپ کی مدد سے چار آدمیوں کی جانیں بچ جائیں گی۔

مگر اس کنجوس نے بجائے مدد کرنے کے اس غریب کو دھکے دے کر نکال دیا۔ کچھ ہی عرصے بعد وہ مالدار زمانے کی گردش میں آ گیا اور بالکل کنگال ہو گیا اور اس کے تمام نوکر چاکر بھی دوسروں کے ہاں ملازم ہو گئے۔ اس کا ایک نوکر ایک بہت ہی سخی آدمی کے پاس جا کر ملازم ہو گیا۔ وہ سخی دل کھول کر فقیروں اور غریبوں کی مدد کرتا اور ان کی حاجات پوری کیا کرتا تھا۔

ایک رات جب سخت سردی تھی اور موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ لوگ اپنے گرم گرم بستروں میں دبکے ہوئے تھے کہ اس سخی کے دروازے پر کسی حاجت مند نے دستک دی۔ اگرچہ سخت سردی تھی لیکن پھر بھی سخی نے اس فقیر کو ٹھہرنے کیلئے کہا اور نوکر کو آواز دی کہ اس شخص کو فوراً کھانا کھلائے۔ نوکر نے حکم پورا کیا، لیکن جب واپس آیا تو زار و قطار رو رہا تھا۔ سخی نے سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ باہر جو شخص ہے وہ پہلے میرا مالک تھا، دو تین برس پہلے اس کے دروازے پر گھوڑے ہنہناتے تھے اور اندر باہر روپوں کی چھل پہل تھی آج اس کا یہ حال دیکھ کر میرا دل بھر آیا۔ سخی نے کہا کہ اچھا میں بھی دیکھوں کہ کون ہے؟ سخی گھر سے باہر نکلا تو اس فقیر کو پہچان کر بے اختیار پکار اُٹھا، اے فقیر! ذرا غور سے مجھے دیکھ، میں وہی غریب آدمی ہوں کہ ایک بار تیرے پاس آیا تھا جبکہ تین وقت کے فاقے سے تھا اور تو نے مجھے دھکے دے کر نکال دیا تھا۔ بوڑھا فقیر اسے پہچان کر رو دیا اور بولا کہ ہاں! میں وہی بدنصیب ہوں، میں نے اللہ تعالیٰ کے غضب کی پرواہ نہ کی، چنانچہ اس حال کو پہنچا۔

ان تمام قباحتوں کے علاوہ اگر عقلی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو چونکہ یہ موذی مرض حج، زکوٰۃ، فطرہ، قربانی اور دیگر فرض یا واجب نیک کاموں میں کوتاہی کا شکار کروا کر دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا کروا دیتا ہے چنانچہ اسے قابلِ نفرت ہی جاننا چاہیے۔

٤...... محاسبہ

مذکورہ تمام باتوں سے بخل کی مذمت بخوبی واضح ہو گئی۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اوّلاً سب اپنا اپنا محاسبہ کریں کہ

☆ ہم بھی علمی یا مالی لحاظ سے بخل کا شکار تو نہیں؟

☆ کہیں ایسا تو نہیں ہوتا کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے کی باری آئے تو ہاتھ اور دل تنگ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی میں بھی مال خرچ کرتے ہوئے جان نکلتی ہے؟

☆ اور کبھی ایسا تو نہیں ہوتا کہ صاحبِ علم ہونے کے باوجود محض سستی یا کسی اور دنیاوی غرض کی بناء پر کم علم مسلمان بھائیوں سے علم کو چھپا لیتے ہیں؟

اگر خدانخواستہ معلوم ہو کہ اس مرضِ غلیظ نے ہمارے دل میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں تو فوراً سے پیشتر اس کے علاج کے بارے میں غور کرنا چاہیے اور بعدِ تفکر علمی لحاظ سے اسے دُور کرنے کیلئے کوششوں کا آغاز کرنے میں بالکل سستی نہیں کرنی چاہیے۔

۵......اسباب بخل

علاج سے پہلے اس کے اسباب کے بارے میں غور کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ جب تک سبب دُور نہ ہو، مرض دُور نہیں ہوسکتا۔ علماءِ کرام نے بخل کے سلسلے میں تین چیزوں کو بطورِ اسباب پیش فرمایا ہے:۔

(۱) تنگ دستی کا خوف (۲) عزت ومال سے محبت (۳) نفسانی خواہشات کا غلبہ۔

حقیقتاً اگر غور کیا جائے تو یہی تین چیزیں اکثر بخل کا سبب بنتی ہیں۔ کیونکہ کبھی تو انسان مال کو صرف اس لئے خرچ نہیں کرتا کہ اس کا موجود ہونا بہت اچھا لگتا ہے۔ بسا اوقات تو دیکھا گیا ہے کہ نئے نوٹوں کو فرطِ محبت سے چوم لیا جاتا ہے اور جب خرچ کرنے کا موقع آئے تو ان کے بجائے بوسیدہ نوٹوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی مال سے محبت دُرست مقام پر خرچ کرنے سے بھی ہاتھوں کو روک دیتی ہے اور انسان بخیل سے بخیل تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی خرچ نہ کرنے کی وجہ تنگ دستی کا خوف بھی ہوتا ہے، شیطان صحیح جگہ پیسہ خرچ کرتے وقت وسوسہ ڈالتا ہے کہ جب تک یہ پیسہ تیرے پاس رہے گا تجھے نفع پہنچاتا رہے گا، اگر تو نے اسے خرچ کردیا اور اچانک کوئی ناگہانی آفت آگئی تو کس سے مانگتا پھرے گا؟ پس انہیں خیالاتِ فاسدہ میں مبتلاء ہوکر انسان خرچِ مال سے رُک جاتا ہے۔

یونہی پیسے کی کثرت، خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل میں آسانی وسہولت پیدا کرتی ہے، جب کہ تنگدست بے شمار تمناؤں کو دل میں لئے رہتا ہے لیکن ان کی تکمیل پر قادر نہیں۔ پس پیسے کو جدا کرنے کے بعد ان خواہشات کی تکمیل میں رُکاوٹ کا خوف انسان کے ہاتھ کو روک دیتا ہے۔

علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا لیکن چونکہ اس کے باعث دوسرا بھی صاحبِ علم ہونے کے بعد اس شخص کی عزت کے زوال یا کمی کا سبب بن سکتا ہے، لہٰذا بسا اوقات اسی سوچِ فاسدہ کی بناء پر سامنے والے مسلمان بھائی کو جاہل رکھا جانا ہی پسند کیا جاتا ہے اور اس طرح انسان علمی بخل میں گرفتار ہوکر سخت وعید کا شکار ہوجاتا ہے جیسا کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جس سے علم کی کوئی بات پوچھی گئی اور اس نے نہ بتائی تو بروزِ قیامت اس کے منہ میں آگ کی لگام چڑھادی جائے گی۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

ان اسباب کی معرفت کے بعد ضروری ہے کہ علاج کی جانب توجہ کی جائے۔ اس کیلئے مختلف اقدامات کرنے ہوں گے۔ مثلاً

☆ کسی سخی آدمی کی صحبت میں رہیں یا اس کا بغور مشاہدہ فرمائیں۔

☆ ان آیات واحادیثِ کریمہ پر غور وتفکر کریں کہ جن میں بخل کی مذمت کو بیان کیا گیا ہے۔

☆ سخاوت وصدقہ کی فضیلت پر مشتمل روایات کثرت سے سنیں، نیز ایسے واقعات کہ جن میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی بناء پر انعامات عطا کئے گئے ہوں، ان کا پڑھنا اور سننا بھی بہت ضروری ہے۔ چند واقعات وروایات حاضرِ خدمت ہیں:۔

﴾ رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ رحمت نشان ہے کہ سخی آدمی اللہ تعالیٰ کے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے اور دوزخ سے دُور ہے۔ (ترمذی)

﴾ حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خادمہ تھیں، فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو تھیلیاں چاندی اور ایک لاکھ دِرہم سیّدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجے۔ آپ نے وہ تمام مال ایک طباق میں رکھ کر تقسیم کردیا۔ شام کے وقت آپ نے مجھ سے کھانا مانگا تاکہ روزہ اِفطار کریں۔ میں روٹی اور روغن زیتون آپ کے پاس لے گئی (کہ اسکے سوا اور کچھ کھانے کیلئے موجود نہ تھا) میں نے عرض کی کہ اتنی رقم آپ کے پاس آئی تھی اور آپ نے وہ تمام رقم خرچ کردی، آپ نے ہمارے لئے ایک دِرہم کا گوشت ہی منگا لیا ہوتا۔ اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم یاد دِلاتی تو ضرور منگا لیتی۔ (احیاء العلوم)

﴾ حضرت ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ معظمہ پہنچے تو دس ہزار دِینار ان کے ساتھ تھے۔ وہاں پہنچ کر مکہ کے باہر آپ نے پڑاؤ ڈالا اور وہ تمام دینار ایک چادر پر ڈال دیئے۔ جو کوئی آپ کے پاس سلام کو آتا، ایک مٹھی بھر کر دینار اس کو دے دیتے۔ ظہر کی نماز تک وہ تمام دینار تقسیم کردیئے اور اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھا۔ (احیاء العلوم)

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال حج پر گیا۔ ایک رات میں سویا تو مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم بغداد واپس جاؤ تو فلاں محلّہ اور فلاں جگہ جانا اور بہرام مجوسی کو تلاش کرنا، اس کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے۔ جب میں بغداد واپس آیا تو میں نے اس کا گھر تلاش کیا، وہاں ایک بوڑھے سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا کہ تو ہی بہرام مجوسی ہے؟ اس نے جواب دیا، ہاں! میں نے دریافت کیا کہ کیا تو نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا، ہاں! میں نے دس بارہ غلام آزاد کئے ہیں۔ میں نے کہا یہ کچھ نہیں، اس کے علاوہ کوئی اور بتا۔ اس نے کہا کہ میرے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں، میں نے اپنے خاندان میں ان کی شادی کر لی تھی اور ولیمہ میں ایک ہزار مجوسیوں کو کھانا کھلایا تھا۔ میں نے پھر کہا، یہ بھی کچھ نہیں، کچھ اور بتا۔ اس نے کہا کہ جس رات میری شادی ہوئی تمہارے دین کی ایک عورت میرے پاس آئی اور میرے چراغ سے اپنا چراغ جلایا، جب پلٹی تو وہ بجھ گیا۔ وہ پھر جلانے آئی، جلانے کے بعد باہر نکلی کہ وہ پھر بجھ گیا۔ وہ تیسری مرتبہ آئی اور چراغ جلایا لیکن وہ پھر بجھ گیا۔ پھر وہ اپنے گھر کی جانب روانہ ہوگئی۔ میں نے سوچا کہ شاید یہ لٹیروں کی جاسوس ہے، میں اس کے پیچھے چلا۔ وہ عورت اپنے گھر میں داخل ہوگئی، اس کی کئی بیٹیاں تھیں۔ انہوں نے اپنی ماں سے کہا، اماں جان! کیا ہمارے لئے کچھ لائی ہو؟ اب تو بھوک پر صبر کی طاقت نہیں رہی۔ یہ سن کر وہ عورت رونے لگی اور کہا کہ میں اپنے ربّ کریم سے حیاء کرتی ہوں کہ اسکے سوا کسی دوسرے سے سوال کروں، خصوصاً اس کے دشمن مجوسی سے۔ بہرام کہنے لگا کہ جب میں نے یہ بات سنی تو اپنے گھر آیا اور طباق بھر کر خود لیجا کر اس کے گھر دے آیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تجھے مبارک ہو کہ اس بات کی خبر مجھے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں دی ہے اور اس کے بعد تمام خواب سنا دیا۔ یہ سنتے ہی بہرام نے کلمہ پڑھا اسی دَم گرا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اس کو غسل دیا، اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور اسے دفن کر دیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بندو! مخلوقِ خدا تعالیٰ کے ساتھ سخاوت و بھلائی کے ساتھ پیش آؤ، اس لئے کہ سخاوت ایک ایسا عمل ہے کہ دشمنوں کو محبوبوں کے درجے تک پہنچا دیتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

﴿ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے ایک جنگل میں ایک بادل سے یہ آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر۔ یہ بادل ایک طرف کو گیا اور ایک پتھریلی زمین پر پانی برسایا۔ وہ پانی ایک نالی کی شکل میں ایک طرف بہنے لگا۔ تب یہ شخص اس پانی کے پیچھے پیچھے چلا۔ اس نے دیکھا کہ ایک آدمی باغ میں اس پانی کو پھیلا رہا ہے۔ اس شخص نے اس آدمی سے اس کا نام پوچھا۔ جواب میں اس نے اپنا وہی نام بتایا جو اس نے بادل میں سنا تھا۔ اس آدمی نے اس سے دریافت کیا کہ تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ تو اس نے سارا واقعہ بیان کیا اور پوچھا کہ تو کون سی نیکی کرتا ہے جو تجھے یہ فضیلت حاصل ہوئی؟ اس نے جواب دیا کہ اس باغ سے جو بھی پیداوار ہوتی ہے میں اس کے تین حصے کرتا ہوں، ایک حصہ تو اسی باغ میں لگاتا ہوں، ایک حصہ میں اور میرے بال بچے کھاتے ہیں اور ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتا ہوں۔ (بخاری)

مذکورہ روایات و واقعات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جانا اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کا سبب اور اکابرینِ اسلام کی سنت ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اس صفت کو پابندی و استقامت کے ساتھ اپنائیں تا کہ اس کی مخالف صفت کا خاتمہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

﴿ توبہ اللہ کو محبوب ہے ﴾

۱......نیکی اور توبہ کی توفیق کا عطا فرمانا اللّٰہ تعالٰی کی بہت بڑی کرم نوازی ہے

پیارے اسلامی بھائیو! بتقاضائے بشریت گناہوں سے بچنا تقریباً تقریباً ناممکن ہے۔ نفس وشیطان کے حیلے، بہانوں کو سمجھنا اور پھران کو ردّ کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ پھر یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ گناہوں کا انجام دُنیا وآخرت میں رُسوائی اور عذابِ الٰہی میں گرفتاری ہے۔

اب اگر یوں ہوتا کہ گناہ کرنے کے بعد انکے تدارک کی کوئی بھی صورت نہ ہوتی تو یقیناً ہم جیسے گناہ گار وبدکار ہلاک وبرباد ہوجاتے لیکن اللہ تعالیٰ بے حد رحیم وکریم ہے، وہ ہماری ناتوانی کوخوب جانتا ہے، چنانچہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں پیدا فرما کر ہم پر یہ کرم نوازی فرمائی کہ گناہ کے بعد ان کے تدارک کیلئے طریقے بھی ارشاد فرما دیئے۔ چنانچہ ایک طریقہ تو یہ ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی نیک اعمال کرے تو یہ نیکی اس کے گناہ کا کفارہ ثابت ہوگی۔ جیسا کہ سورۂ ہود میں فرمایا: بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۱۲۔ہود:۱۱۴) دوسری کرم نوازی یہ فرمائی کہ ہمارے لئے توبہ کے دروازے کھول دیئے۔ چاہے گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، توبہ کو ان کے مٹانے کا سبب بنادیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۵۔نساء:۱۱۰)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: پھر بیشک تمہارا ربّ ان کیلئے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر اس کے بعد توبہ کریں اور سنور جائیں، بے شک تمہارا ربّ اس کے بعد ضرور بخشنے والا ہے۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۱۴۔النحل:۱۱۹)

۲......توبہ میں ٹال مٹول کے اسباب

لیکن یہ امر باعثِ افسوس ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس کرم نوازی سے فیضیاب ہونے کیلئے آج کا مسلمان مکمل طور پر تیار نظر نہیں آتا۔ لہٰذا بڑے گناہ کرنے کے باوجود توبہ میں ٹال مٹول کا سلسلہ بھی جاری وساری ہے۔قابلِ غور بات ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کو دُور کرنے کا ایک سبب عظیم عطا فرمادیا گیا تو آخروہ کون سے اسباب ہیں کہ جو اس راہ میں رکاوٹ کا سبب بن جاتے ہیں؟اگر غور وتفکر کی سعادت حاصل کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کے کم وبیش پانچ اسباب ہیں: (۱) زندہ رہنے کی لمبی اُمید (۲) گناہوں کی لذت کے حصول کا غلبہ (۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی (٤) دوبارہ مبتلائے گناہ ہونے کا یقین (٥) اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ناجائز یقین۔

☆ زندہ رہنے کی لمبی اُمید

لمبی زندگی کی اُمید توبہ سمیت اکثر نیک اعمال کے بارے میں ٹال مٹول کا شکار کروادیتی ہے کیونکہ جب بھی انسان توبہ کا سوچتا ہے' شیطان فوراً وسوسہ ڈالتا ہے کہ ارے ابھی تو بڑی زندگی پڑی ہے۔ابھی کچھ عرصہ اور عیش کرلے پھر توبہ کرلینا۔اتنی جلدی بھی کیا ہے پھر اطراف میں بوڑھے حضرات کا نظر آنا بھی غفلت میں مبتلاء کروادیتا ہے کیونکہ نفس انکے باعث دھوکہ دیتا ہے کہ دیکھ جب ان کی عمر تک پہنچے تب توبہ کرنا ابھی تو تیرے کھیلنے کودنے کے دن ہیں۔

☆ گناہوں کی لذت کے حصول کا غلبہ

بسا اوقات انسان پر گناہوں کا لذت کے حصول کا اتنا زیادہ غلبہ ہوجاتا ہے کہ اسے ان سے کنارہ کشی کرنا بے حد مشکل بلکہ ناممکن محسوس ہونے لگتا ہے اور وہ ہر گناہ پر یوں ہی کہتا نظر آتا ہے کہ بس اسے کرلوں' اس کے بعد توبہ کرلوں گا۔

☆ اللہ کی رحمت سے مایوسی

بسا اوقات اس کا سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی بھی ہوتا ہے۔یہ عموماً اس وقت ہوتا ہے کہ جب انسان بہت بڑے بڑے گناہوں میں بری طرح پھنس جاتا ہے مثلاً زِنا،قتل وغارت، دہشت گردی وغیرہ۔شیطان اس قسم کے گناہوں کے مرتکب کو بار بار یہ یقین دِلانے کی کوشش کرتا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ تیرے گناہوں سے اس قدر ناراض ہوچکا ہے کہ تیری توبہ کو رد ہی کیا جائیگا نیز تیرے لئے عذابِ جہنم لازم ہوچکا ہے۔

☆ دوبارہ مبتلائے گناہ ہونے کا یقین

بعض توبہ میں ٹال مٹول کرنے والے ایسے بھی ملیں گے جن کا یہ ذہن بن چکا ہے کہ جب ہم سے گناہ چھٹتے ہی نہیں تو توبہ کرنے کا کیا فائدہ؟ اگر توبہ کر بھی لی تو دوبارہ گناہ سرزد ہوجائے گا اور توبہ کر کے پھر گناہ کرنا زیادہ قابل گرفت ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ناجائز یقین

بعض توبہ سے دُور افراد یوں کہتے بھی ملیں گے کہ ضروری تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں پر ہماری پکڑ فرمائے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ معاف فرمادے، وہ بڑا رحیم وکریم ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ناجائز یقین انہیں خطاؤں پر دلیر کرتا چلا جاتا ہے۔

۳......ان اسباب کا رد

زندہ رہنے کی لمبی اُمید...... ایسے حضرات کو چاہئے کہ اپنے اطراف میں اُٹھنے والے نوجوانوں اور اچانک موت کا شکار ہونے والوں کے جنازوں سے عبرت حاصل کریں اور شیطان کو جواب دیں کہ بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھنے سے قبل ان نوجوانوں کی مثل اگر میرا بلاوا بھی آگیا تو؟ نیز یہ جو اچانک مرگئے شاید ان میں سے بھی کسی کا یہی ذہن ہو کہ بڑھاپے میں جا کر توبہ کروں گا لیکن وہاں تک پہنچنا تو دُور کی بات انہیں تو فی الوقت بھی توبہ کی توفیق نہیں ملی۔ اگر میں بھی یوں ہی اچانک مرگیا تو کیا ہوگا؟

گناہوں کی لذت کے حصول کا غلبہ...... گناہوں کی لذت میں غرق حضرات کو سوچنا چاہئے کہ جو نفس فی الحال گناہ چھوڑنے کو تیار نہیں ہو رہا، وہ بعد میں کیسے تیار ہوجائے گا؟ جب کہ حدیث کے بیان کے مطابق بغیر توبہ کے گناہوں کی کثرت دل کی سیاہی کا سبب بن جاتی ہے جیسا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے، مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے اگر وہ توبہ کرلے تو اسکا دل پاک وصاف ہوجاتا ہے اور اگر گناہ کرتا رہے اور توبہ نہ کرے تو سیاہی زیادہ ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ دل پر چھا جاتی ہے۔ (ابن ماجہ)

اللہ کی رحمت سے مایوسی...... گناہ چاہے کتنے ہی بڑے اور کثیر کیوں نہ ہوں، مایوس نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام اعمال سے واقف ہونے کے باوجود ارشاد فرمارہا ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۲۴۔ الزمر:۵۳)

دوبارہ مبتلائے گناہ ہونے کا یقین......اس وسوسۂ شیطانی کو یوں دُور کرنا چاہئے کہ کیا ضروری ہے کہ مجھے توبہ کرنے کے بعد دوسرے گناہ کا موقع ضرور مل جائے گا؟ ہوسکتا ہے کہ جیسے ہی میں توبہ کروں مجھے موت آجائے، اس طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تائب ہوکر پہنچنے کی سعادت تو حاصل ہوگی اور بالفرض اگر موت نہ آئی اور دوسرے گناہوں میں مبتلاء ہو بھی گیا تو توبہ کی برکت سے پچھلے گناہوں سے تو نجات ملے گی۔ نامۂ اعمال میں صرف یہی نئے گناہ لکھے جائیں گے، سابقہ تو معاف ہوں گے۔ کیا پچھلی زندگی کے گناہوں سے نجات حاصل ہوجانا بہت بڑا کرم نہیں؟ نیز اگر واقعی توبہ کی اور پھر کوئی نیا گناہ سرزد ہوا تو اس سے اللہ تعالیٰ توبہ کا دروازہ تو بند نہیں فرماتا بلکہ دوبارہ توبہ کی صورت میں اس کی رحمت پھر آگے بڑھ کر ہی گلے لگاتی ہے۔

جیسا کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جب کوئی بندہ گناہ کرلیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اے مولیٰ! میں نے گناہ کرلیا، معافی دے دے۔ تو اللہ عزّ وجل فرماتا ہے، میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی ربّ ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر جتنا ربّ عزّ وجل چاہتا ہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے، پھر کوئی گناہ کرلیتا ہے، کہتا ہے، یاالٰہی! میں نے پھر گناہ کرلیا' بخش دے۔ تو ربِّ کریم فرماتا ہے کہ میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی ربّ ہے جو گناہ پر پکڑ بھی لیتا ہے اور معاف بھی کردیتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر جتنا ربّ عزّ وجل چاہے وہ بندہ ٹھہرا رہتا ہے اور پھر گناہ کر بیٹھتا ہے اور دوبارہ عرض کرتا ہے، یاربِّ کریم! مجھے معاف کردے۔ تو ربّ عزّ وجل فرماتا ہے کہ یہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اسکا کوئی ربّ ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا، اب جو چاہے کرے۔ (بخاری)

وضاحت...... 'جتنا ربّ چاہے وہ بندہ ٹھہرا رہتا ہے' اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ نفس وشیطان کو اس پر غلبہ کی توفیق نہیں دیتا اور پھر کچھ عرصہ بعد اس بندے کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ نیز 'اب جو چاہے کرے' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ سے اتنا خوش ہوجاتا ہے کہ پھر اسے نفس وشیطان سے ہمیشہ کیلئے محفوظ فرمادیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ناجائز یقین...... یہ دُرست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت بڑی ہے اور اس کا یقین رکھنا بھی بہت اچھی بات ہے۔ لیکن یہ کس آیت یا حدیث سے ثابت ہوا کہ رحمتِ الٰہی کا یقین رکھ کر تمہارے لئے صغیرہ وکبیرہ گناہ کا ارتکاب جائز ہوجائے گا؟ نیز غور کیا جائے کہ کثیر مسلمان ایسے بھی ہوں گے جنہیں اوّلاً جہنم میں ڈالا جائے گا پھر شفاعتِ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بناء پر انہیں جنت نصیب ہوگی۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے لیکن اس کے باوجود اپنے عدل وانصاف سے بے شمار کو مبتلائے عذاب بھی فرمائے گا۔ تو اب ایسے حضرات کے پاس ایسا کون سا طریقہ ہے کہ جس کی بناء پر جان لیں کہ ہمیں پہلے جہنم میں ڈالا جائے گا یا اللہ تعالیٰ خطاؤں سے درگزر فرماکر براہِ راست جنت میں ڈالے گا؟

ان تمام اسباب کے تدارک ورڈ پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ شیطان کی بات مان کر توبہ میں دیر کرنا بدبختی کے سوا اور کچھ نہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ بغیر وقت ضائع کئے فوراً اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رُجوع کرنے میں ہی عافیت جانیں۔

٤......توبہ کی شرائط

اس مقام پر یہ بات یاد رکھنا بھی بے حد ضروری ہے کہ جب تک توبہ کی شرائط کو پورا نہ کیا جائے توبہ کو نہ تو توبہ کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی ایسے شخص کو قرآن وحدیث میں بیان کردہ فضائل حاصل ہوسکتے ہیں۔ احادیثِ مبارکہ سے اخذ شدہ نچوڑ کے مطابق توبہ کی تین شرائط ہیں:۔

☆ وہ گناہ سابقہ زندگی میں کیا ہو۔

☆ آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ۔ کیونکہ اگر توبہ کرتے ہوئے ہی یہ ارادہ ہو کہ بعد میں بھی اس گناہ کو دوبارہ کروں گا تو صرف زبان سے توبہ کے الفاظ ادا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ ایسے شخص کے بارے میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جو گناہوں کی معافی مانگنے کے ساتھ ساتھ گناہ بھی جاری رکھے وہ اپنے ربّ کے ساتھ مذاق کرنے والا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

☆ یہ ارادہ صرف اور صرف اللہ تعالٰی کے خوف کی بناء پر ہو۔ چنانچہ کسی نے مخلوق کے خوف یا کسی دُنیاوی فائدے کی غرض سے گناہ چھوڑا تو اگرچہ یہ بھی سعادت ہے لیکن اس پر ثواب وفضیلت حاصل نہ ہوگی۔

۵......توبہ پر انعامِ الٰہی

جب کوئی مسلمان ان شرائط کے ساتھ توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی کرم نوازیوں سے مالا مال فرما دیتا ہے۔ چنانچہ

☆ رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ رحمت نشان ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ (ابن ماجہ)

☆ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور محافظ فرشتوں نے جو اس کے برے عمل لکھے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں بھلا دیتا ہے، اسکے علاوہ جو گناہ کئے ہیں، انہیں بھی اللہ تعالیٰ بھلا دیتا ہے اور زمین کے جس مقام پر اور آسمان کے نیچے جس جگہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بھی بھلا دیتا ہے تاکہ یہ بندہ قیامت میں اسطرح آئے مخلوق میں سے کوئی اس کے خلاف گواہ نہ ہو۔ (مکاشفۃ القلوب)

☆ سلطانِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو گناہ گار توبہ کرنے والے بندے سے زیادہ کسی کی آواز محبوب نہیں، جو کہہ رہا ہو کہ اے میرے ربّ! تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! میں سامنے ہوں، مانگ جو مانگتا ہے تُو میرے نزدیک ایسا ہے جیسے میرے بعض فرشتے، میں تیرے دائیں بائیں، اوپر اور تیرے دل سے بھی قریب ہوں، اے میرے فرشتو! گواہ رہو میں نے اسے بخش دیا۔ (مکاشفۃ القلوب)

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک جوان سامنے آیا، اس نے کپڑوں کے نیچے شراب کی بوتل اُٹھا رکھی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اے نوجوان! یہ کپڑوں کے نیچے کیا اُٹھا رکھا ہے؟ نوجوان نے اسے شراب کہنے میں سخت شرمندگی محسوس کی۔ اس نے دل میں دعا کی، یا رب کریم! مجھے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سامنے رُسوا نہ فرمانا، مجھے ان کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچالے، ان کے سامنے میری پردہ پوشی فرمالے، میں کبھی شراب نہیں پیوں گا۔ اس کے بعد نوجوان نے کہا، امیر المؤمنین! میں سرکے کی بوتل اُٹھائے ہوئے ہوں۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، مجھے دِکھاؤ۔ اس نوجوان نے بوتل سامنے کردی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھا تو وہ سرکہ تھا۔ (مکاشفۃ القلوب)

آخر میں اس بات کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے کہ اگر کسی عبادت میں کوتاہی ہوئی تھی یا کسی کا حق مارا تھا تو توبہ کے ساتھ ساتھ اس عبادت کی ادائیگی بھی بہت ضروری ہے۔ نیز یا تو صاحبِ حق سے اس حق کو معاف کروایا جائے یا پھر اسے بھی ادا کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم